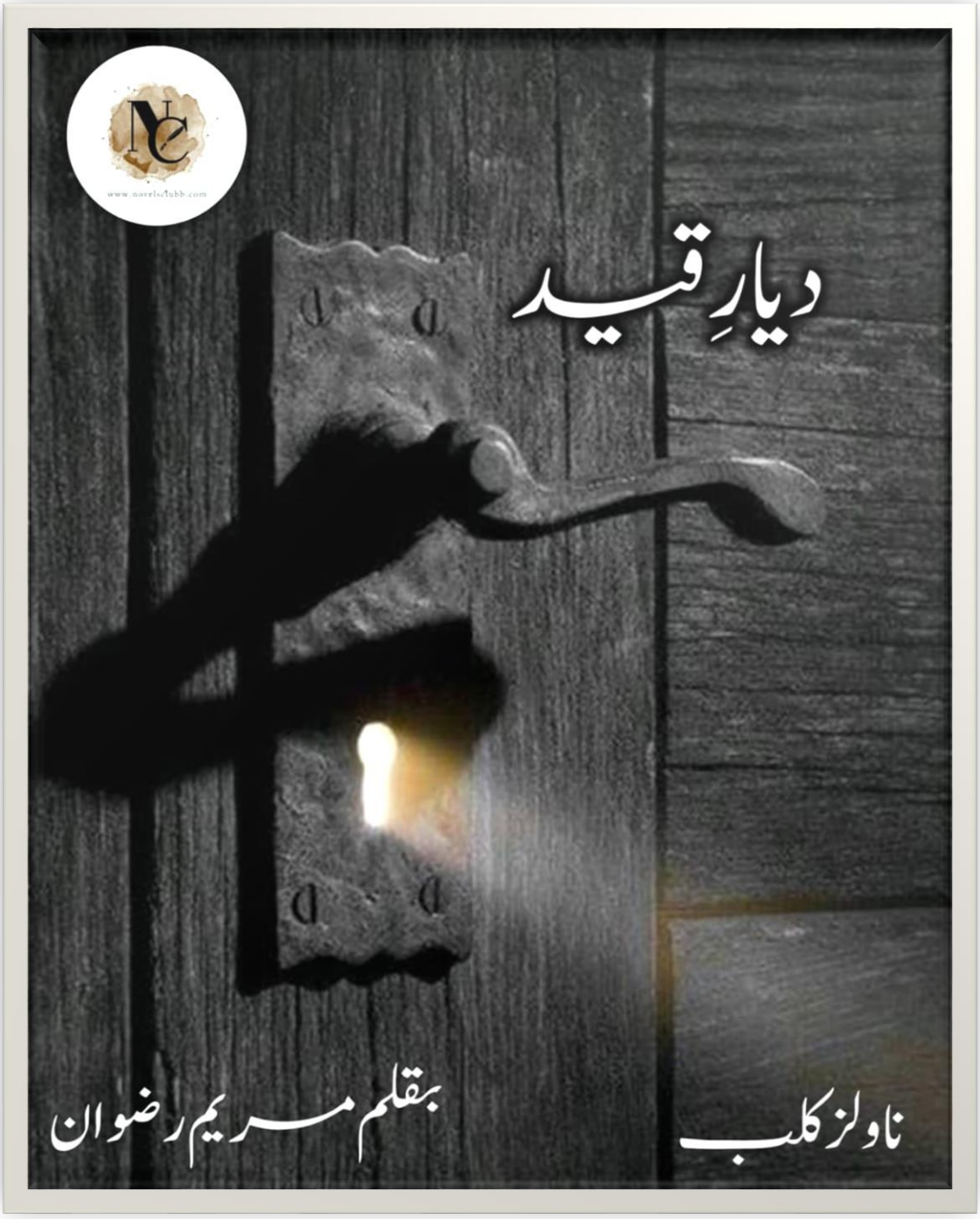
دیارِ قید
بقلم مریم رضوان
ناولز کلب

السلام علیکم

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری، ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

دیارِ قید

از

مریم رضوان

www.novelsclubb.com

ان تمام مسلمانوں کے نام جن کی آواز کو دنیا دباتی ہے۔۔۔۔۔

www.novelsclubb.com

باب نمبر: 1

"کشمیر"

"HEAVEN ON EARTH"

"کشمیر ہمارا ہے"

سنا ہے میرے ملک میں اک وادی جنت سی ہے

جہاں شہیدوں کا خون رستا ہے

www.novelsclubb.com

جہاں شہزادیوں کا جہاں بستا ہے

جہاں بچہ بچہ حق پر لڑتا ہے

جس وادی کا نعرہ ہے

اللہ اکبر!

وہاں اب بھی حق کی بلندی کے لیے خون بہتا ہے

کبھی سنو تو کشمیر کی وادی کا شور

جو کہتا ہے ہر روز

اے دشمن جواں کر لے تو کچھ بھی

نہیں دیں گے ہم اپنا جہاں

کشمیر تیرے ہاتھ کی لکیر میں نہیں

یہ کسی گیڈر کی جاگیر میں نہیں

www.novelsclubb.com

~حناء ارشاد

20اگست2019

"میڈم کچھ زیادہ ہی صدمے میں چلی گئی ہیں سر۔ چچ چچ۔"ان میں سے ایک نوجوان نے اس لڑکی پر بے رحمانہ تبصرہ کیا تھا۔

"وہ تو گیا۔اب میں لے جاوں آپ کو ہسپتال؟"

کہتے ساتھ ہی دوسرے نوجوان نے سیٹی بجائی تو بہت سے قہقہے ہوا میں ایک بار پھر بلند ہوئے۔

مگر اس کو کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔اس کی سننے کی حس کھو چکی تھی۔بس ایک ہی حس کام کر رہی تھی اور وہ تھی بصارت۔۔۔جس کے سامنے وہ اوندھے منہ گرا ہوا تھا۔اس کا خون میں لت پت وجود بلکل ساکن تھا۔وہ ماوف ذہن کے ساتھ اسے یک ٹک دیکھے گئی۔آنکھیں بے یقینی اور شاک سے پھیل چکی تھیں۔وہ مر چکا تھا

مگر اتنی جلدی؟ کیا وہ وقت اتنی جلدی آنا تھا؟ وہ ہمیشہ سے جانتی تھی ایک دن وہ ایسے ہی ایک خونی موت مرے گا مگر سوال وہی تھا۔ کیا اتنی جلدی؟ نہیں نہیں وہ اتنی جلدی کیسے مر سکتا تھا۔ ابھی چند پل پہلے ہی وہ اسے سہارا دیے قدم سے قدم ملاتا اس کے ساتھ چل رہا تھا اور اب اس کا بے جان جسم اس کے قدموں میں گرا ہوا تھا۔ کیا ساری چیزیں اتنی ہی اچانک ہوتی تھیں یا صرف موت کا ہی وار ایسا ہوتا تھا؟ صرف وہی بغیر بتائے آجاتی تھی؟

اس لڑکی نے بے اختیار اپنے ہاتھوں کی گرہ اپنی کوکھ کے گرد مضبوط کی۔ لرزتے ہاتھوں نے خوف سے اندر بستی جان کو اپنے حصار میں لینا چاہا۔ وہ ننھی جان ماں کے ہاتھوں کی گرمائش محسوس کر سکتی تھی۔ آج ایک حاملہ عورت کی کوکھ میں پلتا پانچ ماہ کا بچہ دنیا میں آنے سے پہلے ہی یتیم ہو چکا تھا۔ یا پھر شاید وہ بچہ بھی اب وہاں نہیں رہا تھا۔ جسم کی تکلیف اس کے کھونے کا اندیشہ دے رہی تھی۔ گھر سے نکلیں تین جانوں میں سے دو جانیں آج اپنے رب سے جا ملیں تھیں سوائے اس کے۔ وہ تنہا

www.novelsclubb.com

رہ گئی تھی اس خوفناک وادی میں۔اس احساس سے اس کے گلے میں آنسو کا پھندا نمودار ہوا مگر آنکھ اشک بہانے سے انکاری ہو گئیں۔دل ابھی تک شاک اور خوف کی ملی جلی کیفیت کے زیر اثر تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

یہ جولائی کی ایک خوبصورت شام تھی۔شہر تھا سرینگر' جہاں چند دیر پہلی ہی بارش اپنا گزر پوری کرتی یہاں واقع ڈل جھیل میں چند بوندوں کا اضافہ کر گئی تھی جس سے افق بھی نہایا نہایا محسوس ہوتا تھا۔پہاڑوں کی گیلی ہریالی نے بھی کسی سے پیچھے نہ رہنے کے عزم میں ہوا کو اپنی طرف متوجہ کیا ہوا تھا اور ان کی چوٹیاں دور سے ہی ایک خوبصورت منظر پیش کرتی تھیں۔ہر سو پھیلے گھر اور بڑی مسجدیں اس شہر کو

تاریخی جگہ ہونے کا پتا دینے کے ساتھ ساتھ اس کے باغوں میں نصب پھولوں کو زمین میں جنت کے ٹکڑے سے منسوب کرتی تھیں۔

"HEAVEN ON EARTH"

ایسے میں دو نفوس ایک تنگ گلی کی راہداری سے گزرتے ہوئے آپس میں خوش گپیاں لڑائے چل رہے تھے۔یہ اندرون سرینگر کی چھوٹی اور تنگ سی اوپر نیچے جاتی گلیاں تھیں۔وہ دونوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔دائم نے بھوری ہوڈی کے ساتھ نیلی جینز پہن رکھی تھی جس کی دونوں جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ ساتھ چلتی حسینہ کو اپنے بچپن کا ایک قصہ سنا رہا تھا۔وہ اسے غور سے سن رہی تھی اور ہر تھوڑی دیر بعد ایک قہقہہ لگانا نہیں بھولتی تھی۔اس کے دونوں ہاتھوں میں کون آئسکریم تھیں جن سے وہ باری باری بھرپور انصاف کر رہی تھی۔ساتھ ساتھ کھنکھیوں سے آس پاس کی دکانوں کا جائزہ بھی لے لیتی۔کہیں سے کوئی بیکری سامنے آجائے

اور وہ دائم سے بسکٹ کی فرمائش کر ڈالے اور وہ اسے ایک طعنہ رکھ کر مارے پھر وہ رس جائے جس کے نتیجے میں بسکٹ کے ساتھ ساتھ کچھ نمکین بھی کھانے کو مل جائے۔

افف!!! کیا بنے گا پیٹو دماغ والی آنزل یوسف کا جس کا دماغ ہر وقت کھانے کے منصوبے بنانے میں مصروف رہتا تھا۔

"اور پھر وہ چڑیل ایک دم غائب ہو گئی۔ سارے کہتے ہیں میں نے اسے بھگایا تھا مگر کسی کو نہیں پتا وہ اصل میں چڑیل تھی ہی نہیں۔ وہ تو گل باجی تھیں جو سفید چادر پہن کر شام کو روز چھت پر ٹہلتی تھیں۔" وہ ہنستے ہوئے بتا رہا تھا۔ آنزل نے اسے ترچھی نگاہوں سے دیکھا۔

"حد ہے بھئی کیا سب اتنے ڈرپوک تھے کہ ایک دفعہ چھت پر جا کر چڑیل کے پاؤں تک نہیں دیکھ سکے؟

اسے حیرت ہوئی تھی۔

"ڈرپوک نہیں تھے بس سست تھے۔ کسی نے ذہمت ہی نہیں کی اپنے مبارک پیروں کو تکلیف دینے کی۔ خیر مزہ آیا تھا بہت ان دنوں۔" وہ سادگی سے شانے اچکاتے ہوئے مسکرایا پھر ایک نظر بیوی کے ہاتھوں میں موجود کون آئسکریم پر ڈالی ۔اسی پل اس کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ایک آئسکریم وہ کھا چکی تھی اور دوسری کی صرف کون باقی تھی جو ابھی اس کے دانتوں سے کتری جا رہی تھی۔دائم کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"آنزل کی بچی تم نے میری آئسکریم بھی کھالی یا اللہ میں کتنا پاگل ہوں۔ تم جان کر مجھے باتوں میں الجھاتی ہو تاکہ میرے حصے کے کھانے پر بھی ڈاکا ڈال سکو۔افف کتنی بڑی ڈکیت ہو تم۔"

آنزل نے آخری کون ختم کر کے ہاتھ جھاڑے۔

"میں نے نہیں کھائی۔(پھر اپنی کوکھ پر ہاتھ پھیرا تو دائم نے بھی اسی جانب دیکھا) اس بھوکے نے کھائی ہے۔"اس نے شرارت سے آنکھ دبائی مگر دائم کا تو سر ہی چکرا گیا۔

"افففف تم میرے بچے کو بھوکا کہہ رہی ہو شرم نہیں آتی تمہیں ڈکیت عورت۔"

اس نے افسوس سے سر ہلایا۔

"شرم تو تمہیں آنی چاہیے ڈیئر ہز بینڈ۔"

اس کی ڈھیٹوں جیسی مسکراہٹ ابھی تک برقرار تھی۔

"اور مجھے کیوں آنی چاہیے ڈیئر وائف۔"ساتھ ہی ایک جبڑی مسکراہٹ مقابل کی طرف اچھالی۔آنزل پوری گھوم کر اس کے سامنے آئی۔

"وہ اس لیے کہ اپنی پسندیدہ عورت کو صرف آئسکریم پر ٹرخانہ ایک غیرت مند مرد کو زیب نہیں دیتا۔"

دائم نے ابرو اچکائے۔(اس کو کیسے معلوم یہ میری پسندیدہ عورت ہے۔توبہ کتنی شاطر ہے یہ)

"تو پھر غیرت مند مرد کو کیا زیب دیتا ہے؟"

دائم نے ہاتھ جیبوں سے نکالے اور اس کے دونوں شانوں پر ٹکا دیے۔اپنی بیوی کے کھیل کا حصہ بنتے ہوئے ایک تپا دینے والی مسکراہٹ اس کے لبوں پر بھی جھول رہی تھی۔آنزل نے انگلی سے اپنے گال پر دستک دینے کی اداکاری کی تو ایک دم سے آنکھوں کی چمک میں اضافہ ہوا۔

www.novelsclubb.com

"ویسے تو ہر غیرت مند مرد کو دل کھول کر خرچ کرنا چاہیے اپنی بیوی پر مگر تم ٹھہرے ایک معصوم سے کشمیری،اسی لیے تم دل رہنے دو۔تم بس بٹوہ کھول کر خرچ کرو۔"

پھر چمکتی آنکھوں سے پلکیں جھپکائیں تو دائم اور نگزیب نے افسوس سے سر جھٹکا۔ کیا بنے گا اس کی پیٹو بیوی کا۔

"کیا کھانا ہے بتاو۔"

اس نے زرا نرمی سے پوچھا تو پھولے گالوں والی آنزل جوش سے اسے ایک لمبی لسٹ بتانے لگی۔ وہ بس اسے دیکھے گیا۔ ماں بننے کا روپ اس کے چہرے پر واضح آیاں تھا۔ اس کا جسم بھی دن بہ دن پھولتا جا رہا تھا اور وہ پیاری ہوتی جا رہی تھی۔ اتنی پیاری کہ دائم اور نگزیب اس کے لیے دنیا بھر کے کھانے لانے کو بھی تیار تھا۔

"اور کچھ؟"

آنزل نے اپنی لسٹ مکمل کی تو دائم نے مزید پوچھا۔

"زیادہ طنز مارنے کی ضرورت نہیں ہے اور کچھ چاہیے ہو گا تو وہ بھی بتا دوں گی میں۔ جانتے تو ہو تم میں تکلف میں بلکل نہیں پڑتی۔ اب جاو جا کر سب لے کر آو۔ میں

یہیں سے تمہیں دیکھ رہی ہوں شاباش۔" یہ کہتے ساتھ ہی اس نے دائم کے ہاتھ اپنے شانوں سے ہٹائے اور اس کو تخلیہ کا اشارہ کیا۔

وہ مدھم سا مسکراتا الٹے پیر جانے لگا۔ یہ عورت کیا چیز تھی توبہ۔

آنزل نے ہاتھوں کا چھجا بنا کر ماتھے پر رکھا اور اسے دور جاتی دیکھتی رہی۔ شوہر کو ذلیل کرنے کا اپنا ہی مزہ تھا۔

www.novelsclubb.com

چلو کشمیر چلتے ہیں

جہاں پر برف گرتی ہے

جہاں پتھر کے نیچے

پھول کھلتے ہیں

جہاں چشمے ابلتے ہیں

www.novelsclubb.com

جہاں بارش برستی ہے

برستی بارشوں میں بھی

جہاں کوہسار جلتے ہیں

چلو کشمیر چلتے ہیں

یہ رات کا پہلا پہر تھا۔ پچھلے ایک گھنٹے کی مسلسل بارش اب تھم چکی تھی۔ سردی کا ماحول پورے سرینگر میں چھایا ہوا تھا۔ ہوائیں آج پہلے کی نسبت زیادہ سرد تھیں۔ بھیگے سرینگر کی ایک اندرون گلی میں واقع پذیر چھوٹا سا گھر بھی نہایا ہوا دکھتا تھا۔ اس کے چھوٹے سے باغیچے میں اس وقت خوب سارا پانی جمع تھا جس کو دائم وائپر سے باہر نکالنے کی مشقت میں مصروف تھا۔ آنزل اس کے سر پر کھڑی اس کو اندر آنے کا کہہ رہی تھی مگر وہ بہرہ بنا وائپر کی مدد سے پانی گھر سے باہر اچھالے جا رہا تھا۔ وہ ایک ہاتھ کمر پر رکھے اسے غصیلے نظروں سے دیکھتی رہی۔ اسی لمحے دوبارہ سے پانی کے قطرے آسمان سے برسنے لگے تو آنزل نے سردی سے جھرجھری لی۔ دائم نے

بھنویں بھینچ کر آسمان کی جانب دیکھا۔(ابھی تو اس نے سارا پانی باہر نکالا تھا اور اب پھر سے پانی جمع ہونے والا تھا افففف۔)

"کہہ رہی تھی نہ کب سے میں دوبارہ بارش ہو گی خود کو خوار نہ کرو صبح کر لینا صاف مگر نہیں جناب صاحب کہاں سنتے ہیں میری۔اب آیا مزہ۔"اس نے خفگی سے ایک طعنہ اسے دیا تو دائم زرا کا زرا شرمندہ ہوا۔پھر وہ اس کے ہاتھ سے وائپر جھپٹ کر اندر چلی گئی۔

عقب میں آتا دائم چپ چاپ اس کے پیچھے چل دیا۔

(اویں ہی اتنی محنت کر لی اس نے آہ۔)

آنزل نے وائپر کو واش روم کے دروازے کے ساتھ ٹکا دیا اور ہاتھ دھوتی کچن کی جانب چھوٹے قدم اٹھاتی چلی گئی۔

دائم لیونگ روم میں آکر نیچے بچھے گرم قالین پر بیٹھ گیا۔ نظر صوفے پر گری آنزل کی شال پر پڑی تو بازو لمبا کر کے اسے اٹھایا اور اپنے گرد لپیٹ لیا۔ گرم شال نے جسم کو زرا گرمائش دی تو وہ کچھ بہتر محسوس کرنے لگا۔

چند منٹ گزرنے کے بعد کچن سے وہ آتی دکھائی دی۔ اس کے ہاتھ میں ٹرے تھی جس میں شیشے کی دو پیالیاں نفاست سے رکھیں تھیں۔ ایک میں کشمیری قہوہ تھا اور دوسرے میں خالص پانی۔

ٹرے اس نے دائم کو تھمائی اور خود اپنا وجود سنبھالتے ہوئے اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔ دائم نے پانی والی پیالی اس کی طرف بڑھائی جسے اس نے تھام لیا۔ وہ جانتا تھا وہ اس کا ساتھ دینے کے لیے اپنی پیالی میں پانی لائی تھی چونکہ قہوہ وہ ان دنوں نہیں پی رہی تھی۔

ایک پتلا سا سیاہ سویٹر آنزل نے بھی اپنی شلوار قمیض پر زیب تن کر رکھا تھا۔ تبھی سکون سے بیٹھی تھی۔

www.novelsclubb.com

"بہت ہی اچھا ہوا ہے تمہارے ساتھ ویسے آج۔"

وہ محضوظ سا مسکراتی ہوئی اس کا تمسخر اڑانے لگی۔چند منٹ پہلے کی خفگی اب ہوا میں زائل ہو چکی تھی۔

"زیادہ مزاق اڑانے کی ضرورت نہیں ہے آئی سمجھ۔"

وہ بھی مصنوعی ناراضگی دکھانے لگا۔پھر ہاتھ بڑھا کر اپنی قہوے والی پیالی اٹھائی جس پر بادام اور الائچی تیر رہے تھے۔اس نے ایک گہرا سانس لے کر قہوے کی خوشبو محسوس کرنا چاہی۔مشہور کشمیری قہوے کی خوشبو کمرے میں پر سو پھیلی ہوئی تھی۔دائم نے اپنی پیالی لبوں تک لگائی اور ایک گرما گرم گھونٹ حلق سے اندر انڈیلا۔اسی پل گرم قہوہ جسم میں گھلتا اپنا اثر دکھانے لگا۔جکڑے سینے کو آرام آنے لگا۔اس گرم پانی نے جیسے سردی کے وار کو کمزور کر دیا تھا۔دائم نے لبوں سے پیالی جدا کی اور ایک مہربان نظر پیالی کو بخشتا بولا۔

"آہ میرے محبوب قہوے آہ۔ کمال ہو تم۔ سردی ہو یا گرمی تم ہمیشہ ہی بہترین ہوتے ہو۔" پیالی کو ستائش سے دیکھتا وہ اسے تعریفی کلمات سے نوازنے لگا۔ ساتھ ہی کھنکھیوں سے آنزل کو بھی دیکھا۔ جو ابرو بھینچے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

(پاگل ہو گیا ہے یہ مرد)

دائم نے ایک اور چسکی قہوے کی بھری اور پھر سے قہوے کی پیالی کو ستائش سے دیکھا۔

"اے پیارے قہوے میں تمہیں جنت میں بھی اپنے ساتھ پانا چاہتا ہوں۔ تم میرے لیے ایک پرفیکٹ ساتھی ہو۔ ہمیشہ مجھے سکون بخشنے والی۔"

ایک تپانے والی مسکراہٹ اس کے لبوں پر جھول رہی تھی۔ آنزل ناک سکوڑ کر رہ گئی۔

"اوہیلو یہ میں نے بنایا ہے اسی لیے تعریف بھی میری ہونی چاہیے نا کہ اس کی۔"
آنزل نے اسے گھورتے ہوئے اپنا کریڈٹ مانگا۔

"کمال سارا اس قہوے کی ریسپی کا ہے بیگم جی نا کہ آپ کے ہاتھوں کا۔اور ویسے بھی قہوہ تو کوئی بھی بنالیتا ہے اور سب ہی اچھا بناتے ہیں۔"

شوہر صاحب کو اور کچھ نہ سوجی تو قہوے کو موضوع بنا کر بیوی کو زچ کرنا شروع ہو گئے۔آنزل لب بھینچے اسے گھورتی رہی۔چند سکینڈ بعد دائم نے پیالی خالی کر کے واپس ٹرے میں رکھی پھر مصلحتاً زرا کھنکھارا۔

"ویسے قہوہ تو سب بنا سکتے ہیں اور سب ہی اچھا بنا لیتے ہیں مگر میں اس بات کو دل سے تسلیم کرتا ہوں کہ۔۔۔(ایک چور نظر آنزل پر ڈالی)میری بیوی جیسا بہترین قہوہ کوئی نہیں بنا سکتا۔"سادگی سے مسکرایا تو آنزل کے کندھے ڈھیلے پڑے۔اس نے فرضی کالر جھاڑے۔

(شکر تعریف کر دی میری ورنہ ابھی ایک طعنہ مارنے ہی والی تھی میں اس ناشکرے مرد کو)اس نے کہا نہیں صرف سوچا۔

"اچھا یہ بتاو طبیعت کیسی رہتی ہے اب؟"

وہ زرا فکر مندی سے اس سے پوچھنے لگا تو آنزل مدھم سا مسکرا دی۔

"بہترین رہتی ہے۔"

ایک دلکش مسکراہٹ کے ساتھ اس نے ہاتھ میں تھامی پیالی واپس ٹرے میں رکھ دی۔وہ ویسے بھی خالی ہو چکی تھی۔اس کی طبیعت پوچھنے پر ہی ماحول میں تازگی گھلنے لگی تھی۔دائم نے مسکراتے ہوئے اس کا سر نرمی سے تھپکا۔آنزل نے معصومیت سے مسکراتی آنکھیں دھیرے دھیرے بند کر لیں۔ریلکس ہونا شاید اسی کو کہتے ہیں۔عورت کے سر پر مرد ہاتھ رکھ دے تو عورت ایسے ہی تحفظ کے احساس سے

سکون کی کچھ سانسیں لیتی ہے۔چند لمحے ایسے ہی خاموشی کے نظر ہو گئے۔پھر دائم کسی سوچ کے تحت کھنکھارا۔وہ جانتا تھا وہ جواب بولنے جا رہا تھا آنزل کو یہ بات بہت ناگوار گزرے گی مگر پھر بھی اس نے بولنے کے لیے الفاظ تلاشے۔

"آنزل۔"

"ہاں دائم۔"اس کی طرف سے ایک نرم سرگوشی آئی۔

باہر بارش ابھی تک جاری تھی۔کھڑکی دھویں سے دھندلی ہو چکی تھی۔دائم نے ایک نظر اطراف میں دوڑائی۔کمرے میں کہیں کوئی نہیں تھا۔وہ دونوں اکیلے تھے ۔وہ یہ بات کر سکتا تھا۔

"آنزل میں کل سوچ رہا تھا کہ ہمارا بچہ پاکستان۔۔۔۔"

اس ملک کے نام سے وہ کرنٹ کھا کر سیدھی ہوئی۔چہرے کے تاثرات یک دم بدل گئے۔

"چپ بلکل چپ ایک لفظ نہ سنوں میں تمہاری زبان سے اس بارے میں۔" وہ دبی دبی غرائی اور انگلی لبوں پر رکھ کر دائم کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

دائم نے زبان خشک لبوں پر پھیری۔اسے کسی طرح اس کو کنونس کرنا ہی تھا۔ الفاظوں کا ایک بار حساب کتاب کر کے پھر بمشکل اس نے کہنا شروع کیا۔

"آنزل میرے ابو کی خواہش تھی میں پاکستان جا کر تعلیم حاصل کروں اور وہاں ان کے کزنز سے جا کر ملوں۔انہوں اپنی شکل دکھاوں۔انہیں بتاوں کہ کشمیر میں مقید ان کے رشتے دار آج بھی انہیں یاد رکھے ہوئے ہیں مگر تم اچھی طرح جانتی ہو میں کشمیر کے سنگین حالات کی وجہ سے نہیں جا سکا۔لیکن میں چاہتا ہوں

(اس نے بمشکل تھوک نگلا۔وہ جانتا تھا وہ کبھی نہیں مانے گی مگر وہ پھر بھی کوشش کرے گا)

ہمارا بچہ میرے ابو کا خواب پورا کرے۔"

یہ کہنے کی دیر تھی اور اس کے اندر ایک اعتماد سا آنے لگا۔ پھر وہ اپنے خوابوں کی روداد اسے سنانے لگا۔

"تمہیں پتا ہے میں نے پوری پلیننگ کی ہے۔ جب ہمارا بچہ اس دنیا میں آجائے گا تو میں کسی طرح اس کو پڑھنے لکھنے کے لیے آزاد کشمیر بھیج دوں گا اور اللہ کوئی ایسا وسیلہ بنادے گا کہ وہ پاکستان میں رہنے والے ہمارے رشتے داروں تک رسائی حاصل کرلے گا کسی طرح۔" وہ وارثت میں ملی خواہش کا اس سے اظہار کر رہا تھا اور وہ ضبط سے اسے دیکھ رہی تھی۔ آنزل کی آنکھوں میں سرخی اترنے لگی مگر دائم کو وہ کہاں دکھ رہی تھی۔ وہ اپنی ہی دھن میں بولے جا رہا تھا۔

"میرا بچہ ان سے ضرور ملے گا۔ ان کو گلے سے لگائے گا۔ ان کو ہمارے ابا و اجداد کی طرف سے سلام دے گا۔ جو بھی ہوا گر وہ لوگ ہمیں بھول گئے ہیں تو ہم تب بھی انہیں نہیں بھولے۔ ہم کشمیری لوگ آخری سانس تک رشتے داریاں نہیں بھولتے۔"

www.novelsclubb.com

آنزل نے جواباً نفی میں سر ہلایا۔ سرخ آنکھوں کے کنارے گیلے ہونے لگے۔ شاید برسنے کی تیاری کر رہے تھے۔ اسی لمحے ایک زوردار گرج کے ساتھ شہر میں ہوتی بارش تیز ہو گئی۔ کمرے کی کھڑکیوں پر بوندوں ٹپک ٹپک کر اپنا نشان چھوڑنے لگیں۔

"کبھی بھی نہیں۔ میں اپنے بچے کو ان خود غرض لوگوں کو شکل دکھانے کے لیے کبھی خطرے میں نہیں ڈالوں گی۔ کبھی بھی نہیں دائم!" وہ ہر لفظ چبا چبا کر بولی تھی۔

دائم نے اس کے نرم ملائم ہاتھوں کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا۔ ایسے وہ تب کرتا تھا جب اسے اپنی بات منوانی ہوتی تھی۔

www.novelsclubb.com

"آنزل وہ لوگ ہمارا حصہ ہیں۔ ان لوگوں کو بارڈر بھی ہم سے جدا نہیں کر پایا۔ ہم سب کشمیریوں کی رگوں میں پاکستان کا خون دوڑتا ہے۔ ایک صرف وہی ہمارے

اپنے ہیں۔ تم جانتی ہو بہت ممکن ہے کہ کشمیر اب کبھی آزاد نہ ہو پائے۔ ہم شاید تا قیامت اسی طرح بھارت کے قبضے میں رہیں گے۔ میں جانتا ہوں یہ ایک تلخ حقیقت ہے مگر شاید یہی ہمارا نصیب ہے۔ ویسے بھی ہم سب نے ایک دن مر جانا ہے اسی لیے ایسی مقید زندگی جینے کا دکھ اتنا بڑا نہیں ہے۔ مگر مرنے سے پہلے میں اپنے دادا اور ابو کی خواہش پوری کرنا چاہتا ہوں جواب میری بھی سب سے بڑی خواہش بن چکی ہے۔ میں ایک دفعہ پاکستان میں رہائش پذیر اپنے رشتے داروں کو ہمارے خاندان کی طرف سے ایک سلام بھیجنا چاہتا ہوں۔" وہ نرمی سے بولے جا رہا تھا اور وہ سرخ چہرہ لیے اسے تکتی جا رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"تمہیں پتا ہے میرے ایک انکل ہیں۔ حال ہی میں میں نے انہیں فیس بک پر ڈھونڈا ہے۔ میں بس خطرے کی وجہ سے ان کو میسج نہیں کر پایا۔ تم جانتی تو ہو کسی بھی طرح کا پاکستان سے کونٹیکٹ بھارتی قانون میں مجھے دہشتگرد ثابت کر سکتا ہے

۔ مگر میں نے اپنے انکل کی لوکیشن دیکھی تھی اینڈ گیس واٹ وہ اسلام آباد میں رہتے ہیں۔ یعنی آزاد کشمیر کے بہت قریب۔ اگر ہم اپنے بچے کو آزاد کشمیر پڑھنے بھیجیں تو وہ بآسانی ان سے رابطہ کر سکتا ہے۔" وہ اسے اپنے انکل کے ملنے کی خوش خبری سنا رہا تھا یا اپنا اپنی خواہش اس پر مسلط کر رہا تھا، اس کا فیصلہ اس کی آنکھوں کی چمک بھی نہیں کر پا رہی تھی۔ آنزل نے سر نفی میں ہلایا اور ایک جھٹکے سے اپنے ہاتھ اس کے ہاتھوں سے آزاد کیے۔

"تم ہر کشمیری کی طرح پاگل ہو چکے ہو مگر میں نہیں ہوئی۔ آنزل یوسف پاکستان کی محبت میں ابھی اتنی اندھی نہیں ہوئی کہ اپنا بچہ صرف ان سے ملنے کے لیے وہاں بھیج دے۔ دائم میں اپنے بچے کو کبھی ان بے حس لوگوں کے لیے غیر محفوظ نہیں کروں گی۔ میں اپنے بچے کے خون میں پاکستانیوں کا خون کبھی نہیں دوڑنے دوں گی۔ میرا بچہ کشمیری ہو گا اور مرتے دم تک یہی اس کی شناخت رہے گی۔ میں اسے

www.novelsclubb.com

دنیا میں کیا آخرت میں بھی پاکستانیوں سے نہیں ملنے دوں گی۔" وہ روندھی آواز میں غصے سے چلا رہی تھی۔

"اتنا بغض اچھا نہیں ہے اپنے ملک کے لوگوں سے آنزل۔" وہ بس اتنا ہی بول پایا۔ نم کھڑکی یہ سارا منظر دیکھتی رہی۔

باہر بارش تھم چکی تھی مگر اب برسات کی باری اندر کی تھی۔

"وہ ہمارا ملک کیسے ہو سکتا ہے؟ وہاں کے لوگ ہمارے اپنے کیسے ہو سکتے ہیں؟ وہ ہمارے کچھ بھی نہیں لگتے دائم۔ اگر ان کا ہم سے کوئی تعلق ہوتا تو آج وہ اور ہم ایک ہوتے مگر دیکھو ہم سب جدا جدا ہیں۔ اور یہ جدائی ان کے لیے ایک آزادی ثابت ہوئی ہے اور ہمارے لیے ایک قید۔ وہ ایک آزاد ملک ہیں اور ہم مقبوضہ کشمیر ۔" آخر میں وہ تلخی سے مسکرا دی۔ سارا کشمیر پاکستان پاکستان کرتا تھکتا نہیں تھا اور

ایک وہ تھی جسے پاکستان کے نام سے بھی تکلیف ہوتی تھی۔دائم بس بے بسی سے لب کاٹتا رہ گیا۔

"تمہیں ان سے نفرت۔۔۔"

"نہیں دائم مجھے ان سے نفرت نہیں ہے۔مجھے بس ان سے شکوہ ہے۔میں جب سے پیدا ہوئی ہوں تب سے میں نے ان کو ایک خود غرض قوم پایا ہے۔انہوں نے زندگی کے قدم قدم پر مجھے مایوس کیا ہے۔میرے ابا کو جب بھارتی فوجیوں نے گھر کے دروازے پر مارا تھا تب میں ان لوگوں کو مدد کے لیے پکارتی رہ گئی تھی۔مگر وہاں سے کوئی میری پکار پر نہیں آیا تھا اور کوئی آتا بھی کیوں؟ یہ لوگ تو اپنے ملک میں آزاد پھرتے ہیں اپنے والدین اور بچوں کے ساتھ۔انہیں کیا پتا وطن کا چھن جانا کیسا ہوتا ہے۔انہیں کیا پتا دیار کا اجڑ جانا کیسا ہوتا ہے۔انہیں کیا پتا باپ جب دشمنوں کے ہاتھوں مارا جائے تو ایک یتیم بیٹی پر کیا قیامت برپا ہوتی ہے۔اگر بھارت ظالم ہے تو پاکستان بھی بے حس ہے۔اور ان کی بے حسی نے صرف میرے باپ کو

www.novelsclubb.com

نہیں مرنے دیا بلکہ میرے بھائی کو بھی مجھ سے جدا کیا ہے۔میرا بھائی ان کے ہمارے لیے کچھ نہ کرنے پر آج تک گمشدہ ہے۔یاد کرو دائم جب میرے بھائی کو بھارتی فوجی پاکستان کا نعرہ لگانے پر اٹھا کر جیل لے گئے تھے تب بھی میں انہیں پکارتی رہ گئی تھی۔تب میں نے اپنی ماں کے ساتھ تھانے کے چکر لگائے تھے۔میں روز تھانے کے سپاہیوں سے ہراس ہوتی تھی۔تب بھی کوئی پاکستانی میری مدد کو نہیں آیا۔دائم میں نے اپنی زندگی کے دو مرد کھو دیے صرف اس وجہ سے کہ میری ساری محبت اور امیدیں پاکستان کے لوگوں سے وابستہ تھیں۔مجھے لگتا تھا وہ ایک نہ ایک دن ہمیں آزاد کروالیں گے مگر میں غلط تھی۔مجھے ایک ایسی قوم سے کبھی اپنی امیدیں وابستہ نہیں کرنی چاہیے تھیں جو ہر سال چودہ اگست پر اپنی آزادی کا جشن مناتی ہے اور کشمیر کے چند جھنڈے اٹھا کر ایک نعرہ لگا دیتی ہے

www.novelsclubb.com

"کشمیر بنے گا پاکستان"۔اور بس بات ختم۔کشمیر کا چیپٹر وہیں کلوز کر دیا جاتا ہے۔ پھر اگلی جشن آزادی تک کشمیر کو بھلا دیا جاتا ہے۔صرف پلیٹ فارمز پر کشمیر کے لیے آواز اٹھانے سے کشمیر آزاد نہیں ہو گا'کشمیر آزاد عمل سے ہو گا۔"

وہ خود ترسی کے عالم میں اپنے دل کی ساری بھڑاس نکال رہی تھی۔

دائم اپنے چہرے کی اداسی چھپائے بغیر انگلیوں کے پوروں سے اس کے رخسار پر آئے آنسو پونچھنے لگا۔وہ اسے کیسے بتاتا وہ لوگ خود بھی تو مجبور تھے۔وہ کئی عرصے سے جدوجہد کر رہے تھے مگر پچھلے کئی سالوں سے بھارت کی سازشیں پاکستانیوں کی کوششیں ناکام بنا رہیں تھیں۔بھارت اور پاکستان کی اس جنگ میں کشمیر نہ ہارا تھا نہ جیتا تھا۔وہ بس ایک ہی جگہ تھم گیا تھا سرینگر کے موسم کی طرح۔جہاں سرد ہوائیں کبھی کسی کے آگے گھٹنے نہیں ٹیکتیں وہ بس زندہ رہتی ہیں' بادلوں میں تھمی ہوئی نمی کی طرح۔

www.novelsclubb.com

~کشمیر کی جلتی وادی میں بہتے لہو کا شور سنو

میں وادی ہوں شہیدوں کی مجھے کشمیر کہتے ہیں۔

---

www.novelsclubb.com

سرینگر کو مقبوضہ کشمیر کا دارالحکومت مانا جاتا ہے۔دارالحکومت سرینگر سطح سمندر سے 1585 میٹر بلندی پر واقع ہے۔یہ شہر اپنے باغات، جھیلوں اور ہاؤس بوٹس

کے لیے مشہور ہے۔یہ روایتی کشمیری دستکاری اور خشک میوہ جات کے لیے بھی جانا جاتا ہے۔اس خوبصورت شہر میں ایک مشہور جھیل بھی واقع ہے جس کو "ڈل جھیل" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔یہ ایک شہری جھیل ہے، جموں اور کشمیر کی دوسری سب سے بڑی جھیل' اور سری نگر میں سیاحوں اور مقامی لوگوں کی طرف سے سب سے زیادہ دیکھے جانے والی جگہ۔یہ وادی کشمیر میں سیاحت اور تفریح کا لازمی جزو ہے اور اسے مختلف طریقوں سے بلایا جاتا ہے، "پھولوں کی جھیل"،

"کشمیر کے تاج میں زیور" یا

"سری نگر کا زیور"

یہ تینوں نام اس کے شیانِ شان ہیں۔یہ جھیل ماہی گیری اور واٹر پلانٹ کی کٹائی میں تجارتی کاموں کے لیے بھی ایک اہم ذریعہ ہے اور یہ کہنے میں اب کوئی حرج نہیں کہ ڈل جھیل ایک مکمل پیکیج ہے۔ تبھی اس سمیت شہر کی ہر چیز کی خوبصورتی کو جنت کے ٹکڑے سے تشبیہ دی جاتی ہے۔یہاں کا موسم بھی اکثر خوشگوار رہتا

ہے۔اس شہر میں جون سے ستمبر کے دوران کئی دن ایسے آتے ہیں جو مون سون بارشوں کی نظر ہو جاتے ہیں۔

آج کل بھی کچھ ایسا ہی سماں تھا یہاں۔اگست کا مہینہ شروع ہو چکا تھا جس کو بادلوں کی لکا چھپی پہلے ہی خوش آمدید کہہ چکی تھی۔4 اگست کا یہ دن دوپہر میں بھرپور گرم رہا تھا مگر شام ہوتے ہی بہت سی ٹھنڈی ہواؤں نے شہر کو آن لپیٹا تھا۔

ایسے میں دائم اور نگزیب اور آنزل یوسف کے چھوٹے سے گھر میں اس وقت بحث ومباحثہ چل رہا تھا۔

"کبھی بھی نہیں میں اس کا نام مر کر بھی دِیویانہ رکھوں۔"

وہ کانوں پر ہاتھ رکھتا توبہ توبہ کر رہا تھا اور آنزل اس کے اس انداز پر کھلکھلا رہی تھی

۔

"دِیو یا تو تمہیں رکھنا ہی پڑے گا آخر کو کافی گہرا تعلق ہے تمہارا اس نام سے۔ کیوں نہیں ہے کیا؟" آخر میں استہزائیہ مسکراہٹ کے ساتھ ابرو اچکائے تو وہ دوبارہ زیر لب استغفار کرنے لگا۔

"دیکھو میں تمہارے فائدے کے لیے کہہ رہی ہوں۔ تم اپنی بیٹی کا نام دِیو یا رکھ لینا ۔تم اس کو جب دیکھو گے تو تمہیں اپنی محبت دِیو یا یاد آئے گی۔ ویسے بھی تم اس کو اکثر مس کرتے ہو گے۔" کہتے ہی آخر میں اس نے کندھے اچکا دیے۔

"یا اللہ میں نے کب کہا ہے وہ میری محبت تھی۔ مجھے تو وہ بھول بھی گئی تھی پتا نہیں تمہیں کہاں سے یاد آ گئی۔ توبہ کیسا خرافاتی دماغ پایا ہے تم نے۔"

دائم نے سر ہاتھوں میں تھام لیا۔

"لو جی دو ماہ پہلے ہی تو جھیل پر اس سے ملاقاتیں کر کے آئے ہو۔ وہ تو تمہارے پیچھے ہمارے گھر تک آ گئی تھی اور تم اس کو اتنی جلدی بھول بھی گئے۔ چچ چچ یہ مرد ذات بھی نہ۔ کبھی قدر نہیں کرتی عورت کی محبت کی۔" وہ افسوس سے بول رہی تھی۔

دائم نے اکتا کر اس کے ہاتھ سے ڈائری چھینی جس پر اس نے بچوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ڈائری کے ایک صفحے پر لڑکیوں کے ناموں کی لسٹ تھی اور دوسرے پر لڑکوں کی۔وہ دونوں آج بچے کا نام فائنل کر رہے تھے مگر پتا نہیں آنزل کی بچی کو اتنی پرانی دیویا کہاں سے یاد آ گئی۔دو ماہ پہلے جھیل پر دائم کی اس سے ملاقات ہوئی تھی ۔وہ کوئی سیاح تھی اور ساتھ ہی ایک یوٹیوبر بھی۔ولاگنگ کے دوران اس نے دائم سے سرینگر کی چند جگہوں کے بارے میں معلومات لیں تھیں اور پھر خود سے ہی دائم سے کشمیری چائے کی فرمائش بھی کی تو دائم اس کو ٹال نہ سکا اور اپنے گھر مدعو کر بیٹھا۔

کشمیری لوگ ویسے بھی دنیا بھر میں اپنی مہمان نوازی کی وجہ سے مشہور تھے۔

www.novelsclubb.com

خیر دیویا صرف گھر چائے پینے تک محدود نہ رہی بلکہ اگلے ایک ہفتے تک اس کی درخواست پر دائم اس کا گائیڈ بن کر اس کو اندرون سرینگر گھماتا رہا۔اس نے دائم کو

بہت خوار کیا تھا اور بس آج اچانک آنزل کو شرارت سوجی تو دیویا کے نام سے اس کو چھیڑنے لگی۔

"بتاو پھر دیویا نام فائنل کر لیں نہ۔" اس کے دوبارہ اصرار پر دائم نے افف کر کے سر جھٹکا۔

"ذرا مطلب بتانا اس نام کا؟"

"دیویا" محبوب" کو کہتے ہیں۔"

www.novelsclubb.com

زلفوں کو کانوں کے پیچھے اڑستی وہ آنکھ دبا کر بولی۔

"لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ایک تو یہ ہندو نام ہے اوپر سے اس کا مطلب 'اللہ توبہ ! میری مسلمان بیٹی کا خبردار یہ نام رکھا تم نے۔" انگلی اٹھا کر اسے تنبیہ کی۔ڈائری البتہ ابھی تک اسی کے ہاتھ میں تھی۔

"زیادہ دھمکانے کی ضرورت نہیں ہے۔اتنی عقل تو مجھ میں بھی ہے۔خیر یہ بتاو اگر بیٹی کی جگہ بیٹا آگیا تو تب کیا نام رکھیں گے ؟"

اس کے سوال پر دائم نے ڈائری میں بوائز نیمز والی لسٹ کھنگالی، پھر ایک نام پر آکر ٹھہر گیا۔

"سیف اللہ۔"

چند لمحوں بعد وہ چہکتا ہوا بولا تو آنزل نے بھی نام پر غور کیا۔سننے میں تو اچھا لگ رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"مطلب کیا ہے اس کا؟"

اس نے مطلب جاننا چاہا۔

"اللہ کی تلوار۔اور ویسے بھی ہمارا بیٹا مجاہد بنے گا اور یہ نام بہترین ہے ایک مجاہد کے لیے۔"

وہ اب ڈائری بند کر چکا تھا اور زیرِ لب بار بار اس نام کو دہرا رہا تھا۔یہ نام واقع پرفیکٹ تھا۔آنزل کے چہرے کے تاثرات بھی اس کی رضامندی کی خبر دے رہے تھے۔کشمیری لوگ ویسے بھی بچوں کو نہیں مجاہدوں کو جنم دیتے تھے۔اس لیے سیف اللہ ایک بہترین نام تھا۔

"بس ٹھیک ہو گیا ہم یہی نام رکھیں گے اور ہمارا بیٹا مجاہد ہی بنے گا۔وہ کشمیر کے لیے جہاد کرے گا اور سب کو آزاد کروائے گا ان شااللہ۔" وہ جوش سے بول رہی تھی پھر یک دم کسی خیال کے تحت چہرے کے تاثرات سنجیدہ کیے۔

"مگر میں بتا رہی ہوں اس کا پاکستان سے کوئی تعلق نہیں ہو گا۔اس بے حس قوم سے کوئی تعلق نہیں ہو گا میرے بچے کا۔میرا بچہ مظلوموں کی آواز بنے گا نہ کہ بے حسوں کا رشتے دار۔"

وہ سپاٹ سی بولی تو ماحول میں ایک اداسی سی چھا گئی۔دائم خاموشی سے ڈائری اس کی گود میں رکھتا اٹھ کھڑا ہوا۔وہ شاید اس کا دل کبھی پاکستان کی طرف سے صاف نہیں کر پائے گا۔آنزل کی بدگمانی جائز بھی تھی اور نہیں بھی۔خیر اس کا مسجد جانے کا وقت ہو گیا تھا۔وہ قدم اٹھاتا کمرے سے باہر جانے لگا تو وہ پیچھے سے پکار اٹھی۔

"دھیان سے جانا دائم۔جانتے ہو نہ سرینگر کے حالات پھر خراب ہو رہے ہیں۔" وہ فکر مندی سے بولی۔پچھلے دو دنوں سے سرینگر میں ایک عجیب سے کیفیت طاری تھی۔علاقے میں فوج مسلسل بڑھتی جا رہی تھی اور ان دو دنوں میں بھارتی فوجی تین کشمیریوں کو شہید بھی کر چکے تھے۔یہ سب کچھ ایک خطرے کی گھنٹی بجا رہا تھا۔آنزل نے تفکر بھری نگاہ اس پر ڈالی جو دروازے کی چوکھٹ پر ترچھا کھڑا

www.novelsclubb.com

تھا۔ پھر سوگواریت سے مسکرا کر سر کو خم دیا اور نماز کے لیے روانہ ہو گیا۔ باہر مغرب کی آذانیں ابھی بھی جاری تھیں۔ اسے باجماعت نماز ادا کرنی تھی مگر وہ نہیں جانتا تھا یہ اس سمیت بہت سے کشمیریوں کی آخری باجماعت نماز تھی۔

---

www.novelsclubb.com

یہ دن تھا پانچ اگست۔ سال تھا 2019۔ انسانی تاریخ کا ایک سیاہ ترین دن۔۔۔۔

اس خونی دن کا آغاز ہوا تو سب سے پہلے سرینگر کی تھمی ہوا زہر آلود ہوئی۔ پھر بادلوں کا ایک عظیم جھپٹا قیامت کی جھلکیاں دکھاتا پورے علاقے کو اپنے سائے میں لینے لگا۔ ڈل جھیل کی خوبصورتی بھی تناو کی اس فضا میں پھیکی پڑنے لگی۔ وقت آہستہ آہستہ رکنے لگا، سب ختم کرنے لگا۔ پہاڑوں کی چوٹیاں علاقے میں بکھری بھارتی فوج کو شکوہ کناہ نگاہوں سے دیکھ سکتی تھیں۔ وہ ہر جگہ پھیل چکے تھے۔ کچھ ہی لمحوں کے کھیل میں سارا علاقہ بند ہو چکا تھا۔ تفریح کے لیے آئے سیاح سرینگر ائرپورٹ پر جمع تھے۔ ہر کوئی وہاں سے پہلی فرصت میں فرار ہو رہا تھا سوائے وہاں کے مقامی لوگوں کے۔ جن کے سر پر کفن تھا، دل میں ہمت اور نصیب میں قید

---

www.novelsclubb.com

پانچ اگست کا یہ دن انسانی تاریخ کا ایک نیا باب کھول چکا تھا۔ کبھی نہ ختم ہونے والا کشمیر پر ظلم و ستم کا باب۔

جبر کا نشانہ تو کشمیر صدیوں سے بنا آرہا تھا مگر ہر زیادتی کے باوجود وہ اپنی ایک خصوصی حیثیت کے ساتھ قائم تھا۔ مگر آج ایک بڑی سازش کے تحت بھارت نے کشمیر کی بنیادیں ہلا ڈالیں تھیں۔ کشمیر آج اپنی خصوصی حیثیت کھو چکا تھا۔

---

20 اگست 2019

www.novelsclubb.com

"دائم مجھ سے اب نہیں رہا جا رہا۔ میرا دم گھٹتا ہے پلیز کچھ کرو۔" وہ اس کے کندھے پر سر ٹکائے پھولے تنفس کے ساتھ بول رہی تھی۔ گرم آنسو آنکھوں سے ابل ابل کر دائم کی شرٹ پر جذب ہو رہے تھے اور وہ ساکت سا بیٹھا اس کا سر

تھپتھپا رہا تھا گویا جیسے صبر کی تلقین کر رہا ہو۔ وہ کئی دنوں سے یہی تو کر رہا تھا۔ مگر کوئی فائدہ نہیں ہو رہا تھا۔ صبر کا پھل نہیں مل رہا تھا۔ قید دن بہ دن سخت ہوتی جا رہی تھی۔ تسلی دیتے ہاتھ بھی اب بے جان ہونے لگے تھے۔ صبر کی تلقین بھی اب سونے لگی تھی۔ اس نے ایک بے بس نگاہ اپنی بیوی پر ڈالی۔ وہ بہت بیمار لگ رہی تھی۔ اتنے ماہ کا چہرے پر آیا روپ گزرتے دنوں کے ساتھ ساتھ اب بدحواسی میں بدلنے لگا تھا۔

آج پندرہ دن ہو گئے تھے ان کو اس نئی باب کی قید میں۔ پانچ اگست کے بعد سے وہ گھر سے باہر نہیں نکلے تھے۔ سرینگر میں جگہ جگہ بھارتی فوج تعینات تھی اور ان دس دنوں میں وہ درجنوں معصوم کشمیریوں کو شہید کر چکی تھی۔ پورے علاقے میں کرفیو نافذ تھا۔ سکول سے لے کر میڈیکل سٹورز تک ہر چیز پر بندش تھی۔ گھروں میں کھانا ختم ہونے کو تھا۔ انٹرنیٹ سروس بھی معطل ہو چکی تھی۔ کشمیر مکمل طور پر دنیا یہ کٹ آف ہو چکا تھا۔ کسی کے لیے یہ بھوک کی جنگ تھی تو کسی

www.novelsclubb.com

کے لیے بیماری کی۔ ہر کوئی اپنے سروائیول کے لیے لڑ رہا تھا۔ مگر یہ تو طہ تھا، بھارت جتنی کوشش کرلے 'کشمیری اپنی جاگیر ان کے حوالے کبھی نہیں کریں گے ۔ یہ ازل سے ان کی جگہ تھی اور تا قیامت ان کی ہی رہے گی۔

"دائم میری طبیعت واقعی خراب ہو رہی ہے پلیز کچھ کرو ورنہ مجھے کچھ ہو جائے گا ۔"

اب کی بار اس نے اس کے کندھے سے سر ہٹا دیا اور ہاتھ جوڑ کر منت کرنے لگی۔

دائم کا دل ڈوبنے لگا۔ اس کو اپنا آپ بلکل بے بس محسوس ہو رہا تھا۔ وہ اپنی بیوی اور بچے کے لیے کچھ نہیں کر پا رہا تھا۔ اسے یاد تھا آخری بار جب وہ آنزل کو چیک اپ کے لیے لے کر گیا تھا تو ڈاکٹر نے آنزل کو باقاعدگی سے دوائیں کھانے کی تاکید کی تھی۔ دوائیوں کا ناغہ اس کے لیے خطرہ بن سکتا تھا۔ وہ اسے روز اپنے سامنے بٹھا کر دوائیاں کھلاتا تھا مگر اب نہیں کھلا پا رہا تھا۔ اب ناغہ ہی ناغہ تھا۔ اس کی دوائیاں پانچ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اگست کی شام ہی ختم ہو گئیں تھیں۔وہ دوبارہ لینے بھی نہیں جاسکا۔ان حالات میں گھر سے باہر نکلنا موت کو گلے لگانے کے مترادف تھا۔دوائیوں کی خوراک نہ ملنے کی وجہ سے آنزل کی طبیعت دن بہ دن خراب ہوتی جارہی تھی۔ہر گھڑی بعد الٹیاں اور پیٹ میں اٹھتی دردیں اب بڑھنے لگی تھیں۔

"دائم میں بلکل اچھا محسوس نہیں کررہی۔میرا درد بڑھتا جارہا ہے۔تم کیوں کچھ نہیں کررہے میرے لیے۔"اس بار وہ چیخی تو آواز روندھی ہوئی تھی۔دوا نہ لینے کی وجہ سے چڑچڑاپن الگ تھا۔اتنے دن سے اس کا بی پی بھی قابو سے باہر تھا اور باقی کی کسر بے وقت الٹیوں نے پوری کردی تھی۔

www.novelsclubb.com

"پیاری آنزل اللہ پر بھروسہ رکھو کچھ نہیں ہوگا۔ریلیکس۔"اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں تھام کر وہ اسے نرمی سے سمجھانے لگا۔وہ بچوں کی طرح بلک بلک کر رودی۔ہاتھ سختی سے پیٹ کے گرد حائل تھے۔وہ درد سے کراہ رہی تھی۔

"تم رومت۔ میں تمہارے لیے پانی لے کر آتا ہوں۔ تم یہیں بیٹھوں اور بلکل ریلیکس ہو جاو سب ٹھیک ہے۔" اسے بہلانے والے انداز میں وہ اسے وہیں چھوڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ اسے یوں تڑپتے دیکھنا بہت اذیت ناک تھا۔ یہ سب ایک بھیانک خواب کی طرح تھا مگر خواب تو بند آنکھوں سے دیکھے جاتے تھے اور جلد یا بدیر آنکھ کھلنے پر وہ فنا ہو جاتے تھے۔ کم سے کم کھلی آنکھوں کے سامنے چلتا یہ منظر ایک خواب نہیں ہو سکتا تھا۔

وہ کچن کے کاونٹر سے گلاس اٹھا کر پانی بھر رہا تھا جب زنانی چیخیں اس کی سماعتوں سے ٹکرائیں۔

"آنزل" ہاتھ میں تھاما شیشے کا گلاس زمین بوس ہو گیا۔ وہ دیوانہ وار کمرے کی جانب بھاگا۔ پیچھے گلاس کی کرچیاں بکھرتی رہیں مگر ان کو اٹھانے کی فکر کس کو تھی ۔بکھرے کانچ موجودہ حالات سے زیادہ چوٹ تو نہیں دے سکتے تھے کسی کو۔

www.novelsclubb.com

اس نے کمرے کا دروازہ کھولا تو سامنے کا منظر دیکھ کر دماغ بھک سے اڑ گیا۔ وہ بیڈ پر بیٹھی چہرہ ہاتھوں میں لیے رو رہی تھی۔

"کیا ہوا۔" وہ بدوقت بول پایا۔ دل کی دھڑکن ہر سیکنڈ کے ساتھ تیز ہونے لگی۔

"دائم میرے کپڑے۔"

دائم کی تفکر نظریں اس کے کپڑوں اور زرد بیڈ شیٹ پر گئیں تو بلکل ساکت ہو گئیں۔ وہاں خون کے دھبے تھے۔ لال خون جو دیکھنے والے کو پتھر کا بت بنانے کی صلاحیت رکھتا تھا۔

"مجھے اسی وقت ہسپتال لے کر جاو دائم ورنہ ہم اپنا بچہ کھو دیں گے۔" بھیگی سرخ انگارہ آنکھیں اب التجا نہیں کر رہی تھیں۔ وہ حکم دے رہی تھیں۔ دائم نے شکست خوار نظروں سے ایک بار اسے دیکھا اور آنکھیں کرب سے موند لیں۔ تو وقت آ گیا تھا موت کے میدان میں تین جانوں کو لے کر کودنے کا۔ نہ بھی کودیں تو بھی اس اذیت سے مر ہی جانا تھا ایک دن' پھر کیوں نہ خود کو بچاتے بچاتے مرا جائے۔

کچھ منٹ بعد وہ دونوں اپنے گھر کے عقبی دروازے پر موجود تھے۔ آنزل سیاہ چادر اپنے گرد لپیٹے دائم کے سہارے کھڑی تھی جو محتاط نظروں سے آس پاس کا جائزہ لے رہا تھا۔ ان کی گلی کا راستہ صاف تھا۔ یہاں فوج کا کوئی بندہ نہیں تھا۔ البتہ اس سے اگلی گلی میں دشمن شپاہی کی موجودگی کا شک تھا۔ کل ہی وہاں سے فائرنگ کا شور بھی آیا تھا۔

وہ دونوں محتاط چال چلتے گلی کی راہداری عبور کرنے لگے۔ ایک مور مڑا تو سامنے ان کو پایا۔ انڈین آرمی کے یونیفارم میں ملبوس ہاتھوں میں پیلٹ گن لیے وہ ایک گروہ کی صورت میں کھڑے تھے۔ ان کی خوش گپیوں سے اٹھتے قہقہہ پوری گلی میں گونج رہے تھے۔ جیسے ہی ان دو نفوس پر نظر پڑی تو قہقہوں کو ایک بریک سی لگ گئی۔ ان میں سے ایک نوجوان قدموں کی چاپ پیدا کرتا ان کے قریب آنے لگا۔ اس کی وردی پر اکاش نام کی تختی چمک رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

باقی سب بھی انہی کی طرف متوجہ ہو گئے۔ماحول یک دم خوفزدہ ہونے لگا۔دائم کے ماتھے پر پسینے کے چند قطرے رونما ہوئے۔وہ فوجی جیسے جیسے قریب آرہا تھا آنزل کے لیے اپنی سسکیوں کا گلہ دبانا مشکل ہوتا جارہا تھا۔اس لمحے اس کی کمر کی ہڈی میں سنسناہٹ نے بھی جنم لیا تھا۔

"کدھر کا رخ ہے؟"

اکاش کا بھاری غمگیر لہجہ ان دونوں کو اپنی سماعت میں سنائی دیا۔دائم کے گلے میں گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی۔اس نے بولنے کے لیے لب کھولے۔

"میری بیوی کی طبیعت۔۔۔"

"سر پوچھ رہے ہیں کدھر کا رخ ہے؟"

پیچھے کھڑے ایک نوجوان نے تیزی سے اس کی بات کاٹی۔اکاش کی تنقیدی نظریں ان دونوں پر جمی تھیں۔

"ہسپتال۔"

بس ایک لفظی جواب تھا اور سارا فوجیوں کا گروہ ان ہر ہنس دیا۔ آنزل نے نا سمجھی سے دائم کو دیکھا جو خود صورتحال سمجھنے سے قاصر تھا۔

"ہسپتال لے جا کر کیا کرے گا؟ سرینگر کے سارے ہسپتال تو خالی ہو چکے ہیں۔" ایک فوجی استہزائیہ مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"چچ چچ ایسے تو مت کہوں اجے اس کی بیوی کو کون دیکھے گا پھر۔"

ایک اور فوجی نے مصنوعی افسوس سے سر جھٹکا۔

"اگر سر اجازت دیں تو میں دیکھ سکتا ہوں۔"

www.novelsclubb.com

تیسرا فوجی بھی بولا جس کے لب ایک شیطانی مسکراہٹ میں ڈھلے ہوئے تھے ۔دائم نے ضبط سے مٹھیاں بھینچیں۔

"کچھ خدا کا خوف کریں۔ میری بیوی کی طبیعت خراب ہے۔ مجھے اس کو ہسپتال لے کر جانا ہے۔ برائے مہربانی ہمیں راستہ دیا جائے۔" اس مرتبہ وہ پھنکارا تھا۔ سامنے کھڑے اکاش کے پتھریلے تاثرات مزید اکھڑے۔ اس نے ہاتھ سے پیچھے کھڑے فوجیوں کو ایک عجیب سا اشارہ دیا جسے دیکھتے ہی سب کی کمریں سیدھی ہو گئیں۔

"جاو تم لوگ۔" اکاش واپس ان دونوں سے مخاطب ہوتے ہوئے بولا۔ ان دونوں نے بے یقینی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ کیا واقعی انہوں نے راستہ صاف کر دیا تھا ۔

کچھ غلط تھا ماحول میں مگر اس کی تحقیق کا وقت نہیں تھا ابھی۔ انہیں فلحال فوراً ہسپتال پہنچنا تھا۔ آنزل کی تکلیف میں ہر گزرتے پل کے ساتھ اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ دائم کے کندھے کا سہارا لیتے ہوئے اس نے آگے کی جانب لڑکھڑاتے قدم اٹھائے ۔ یہ سہارا نہ ہوتا تو اس کے چند قدم اٹھانے بھی محال ہو جاتے۔

www.novelsclubb.com

لوگ کہتے ہیں دنیا کے سارے سہارے، ساری سکینت ہاتھوں میں سمٹی ایک ریت کی مانند ہوتی ہے۔ یہ ہر وقت مٹھی میں نہ جکڑی جاسکتی ہے اور نہ ہی ایک دم مٹھی کھول کر اس سے کھنگالی جاسکتی ہے۔ یہ وقت کے ساتھ ساتھ 'آہستہ آہستہ مٹھی سے کسی آبشار کی صورت میں آزاد ہوتی ہے جیسے جسم سے روح قسطوں میں نکلتی ہے۔ مگر لوگ غلط کہتے ہیں۔

سہارے آہستہ آہستہ نہیں گرتے۔ وہ ایک ہی بار پورے قد سے گرتے ہیں۔ اس بات کا اندازہ آنزل کو تب ہوا جب پیچھے سے دائم پر فائرنگ ہوئی۔ صرف ایک مرتبہ نہیں بلکہ بار بار۔ وہ ایک ہی بار میں گرا تھا۔ یہ جو بھی ہوا تھا بہت اچانک سے ہوا تھا۔ آبشار کی مانند ہوتا تو دماغ کے لیے قبول کرنا آسان ہو جاتا مگر نئے کشمیر کا نیا باب بہت بے رحم ثابت ہوا تھا۔ یہ کچھ بتا کر نہیں کرتا تھا۔ وہ چند لمحے کسی بھیانک سحر کے زیر اثر اس کو ساکت سی دیکھتی رہی۔ گویا جیسے وہ سیدھ میں چل رہی تھی اور ایک دفعہ ہی پیچھے مڑنے پر اس کو نمک کا مجسمہ بنا دیا گیا ہو۔

www.novelsclubb.com

"میڈم کچھ زیادہ ہی صدمے میں چلی گئی ہیں سر۔ چچ چچ۔" ان میں سے ایک نوجوان نے اس پر بے رحمانہ تبصرہ کیا تھا۔

"وہ تو گیا۔ اب میں لے جاوں آپ کو ہسپتال؟" کہتے ساتھ ہی دوسرے نوجوان نے سیٹی بجائی تو بہت سے قہقہے ہوا میں ایک بار پھر بلند ہوئے۔

مگر اس کو کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ اس کی سننے کی حس کھو چکی تھی۔ بس ایک ہی حس کام کر رہی تھی اور وہ تھی بصارت۔۔۔ جس کے سامنے وہ اوندھے منہ گرا ہوا تھا۔ اس کا خون میں لت پت وجود بلکل ساکن تھا۔ وہ ماوف ذہن کے ساتھ اسے یک ٹک دیکھے گئی۔ آنکھیں بے یقینی اور شاک سے پھیل چکی تھیں۔ وہ مر چکا تھا مگر اتنی جلدی؟ کیا وہ وقت اتنی جلدی آنا تھا؟ وہ ہمیشہ سے جانتی تھی ایک دن وہ ایسے ہی ایک خونی موت مرے گا مگر سوال وہی تھا۔ کیا اتنی جلدی؟ نہیں نہیں وہ اتنی جلدی کیسے مر سکتا تھا۔ ابھی چند پل پہلے ہی وہ اسے سہارا دیے قدم سے قدم ملاتا اس کے ساتھ چل رہا تھا اور اب اس کا بے جان جسم اس کے قدموں میں گرا

www.novelsclubb.com

ہوا تھا۔ کیا ساری چیزیں اتنی ہی اچانک ہوتی تھیں یا صرف موت کا ہی وار ایسا ہوتا تھا؟ صرف وہی بغیر بتائے آجاتی تھی؟

اس نے بے اختیار اپنے ہاتھوں کی گرہ اپنی کوکھ کے گرد مضبوط کی۔ لرزتے ہاتھوں نے خوف سے اندر بستی جان کو اپنے حصار میں لینا چاہا۔ وہ ننھی جان ماں کے ہاتھوں کی گرمائش محسوس کر سکتی تھی۔ آج ایک حاملہ عورت کی کوکھ میں پلتا پانچ ماہ کا بچہ دنیا میں آنے سے پہلے ہی یتیم ہو چکا تھا۔ یا پھر شاید وہ بچہ بھی اب وہاں نہیں رہا تھا۔ جسم کی تکلیف اس کے کھونے کا اندیشہ دے رہی تھی۔ گھر سے نکلیں تین جانوں میں سے دو جانیں آج اپنے رب سے جا ملیں تھیں سوائے اس کے۔ وہ تنہا رہ گئی تھی اس خوفناک وادی میں۔ اس احساس سے اس کے گلے میں آنسو کا پھندا نمودار ہوا مگر آنکھ اشک بہانے سے انکاری ہو گئیں۔ دل ابھی تک شاک اور خوف کی ملی جلی کیفیت کے زیر اثر تھا۔ لبوں نے کسی مسیحا کو پکارنے کی التجا کی مگر دل نے اس کو روک دیا۔ دل جانتا تھا مدد کی پکار سب سے پہلے رب سے کی جاتی ہے اور پھر اس

www.novelsclubb.com

کے بندوں سے مگر یہاں دور دور تک رب کے بندوں کا نام و نشان نہیں تھا۔بس حیوانات کا ہی بسیرا تھا جو ہر گزرتی گھڑی کے ساتھ اس کے گرد گھیرا تنگ کرتے جا رہے تھے۔کسی کو پکارنا بیکار تھا۔کسی نے نہیں آنا تھا اس عورت کو بچانے۔جہاں بھارت کے ہاتھ ایک اور خون سے آج رنگے تھے وہیں پاکستانیوں کے اعمال میں مزید دو قتل اور ایک زیادتی کے گناہ کا اضافہ ہو گیا تھا۔الفاظوں سے مکمل اور اعمال سے خالی وہ بے حس قوم اس سمیت بہت سے خاندان تباہ کرنے میں بھارت کے ساتھ برابر کی شریک رہ چکی تھی کیونکہ مظلوم کے لیے کچھ نہ کرنا ظالم کا ساتھ دینے کے برابر ہوتا ہے۔

www.novelsclubb.com

جانے کیوں دبائی جارہی ہے کشمیر کی آواز

میں پوچھتا ہوں کہاں اٹھائی جارہی ہے کشمیر کی آواز

طارق، ایوبی اور قاسم کو یاد کرو

ہم سے کیوں بھلائی جارہی ہے کشمیر کی آواز

آگے بڑھو ساتھ دو سرفروشوں کا

www.novelsclubb.com

جاو وہاں جہاں لگائی جارہی ہے کشمیر کی آواز

ہم کیوں نہیں سن پارہے عامر

یہ جو آرہی ہے کشمیر کی آواز

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

www.novelsclubb.com

باب نمبر:2

"فلسطین"

"THE OCCUPIED LAND"

"میں ہل گیا

رات کی نرم ہوا سے

اور وہیں مجھے درد کا

ایک تلخ عذاب دکھائی دیا۔

اس نے مجھے رلا دیا،

بیواؤں کی چیخوں اور

زنجیروں میں جکڑے قیدی کی

بڑھتی ہوئی آہوں سے

www.novelsclubb.com

اس نے مجھے کچل دیا۔

سوگوار والدین کی آہوں اور

یکے بعد دیگرے چھلکتے

ایک قابل اعتماد چھوٹے

بچے کے آنسوؤں سے

یہ مجھے لے گئے،

وقت کے بادبان،

خوشگوار اور روشن لمحوں کے لیے

www.novelsclubb.com

خواہشات کی زمین پر

ایک خاص احساس دے گئے۔

اے قدس (مسجد اقصیٰ)!

اے میرے سانسوں کی آہیں

تیرے اندر میری رات کے

وسوسے اور ویرانوں کی

دعائیں بستی ہیں

مگر کسے پتا

کون جانے کیا ہوا؟

میری روح کی آرزو،

اور وہ سرزمین

www.novelsclubb.com

جس نے حملے کی رات

کے بعد میری صبح کو جنم دیا۔

اس کی آنکھیں،

اس کے بہتے آنسو،

اس کی شکایتیں،

اس کی اداسی

اس کی مساجد

اور اسیری کے ساتھ۔

انہوں نے اس سے پوچھا،

اس کے خوابوں کی

باقیات سے جڑے

اس کے مقدر کے بارے میں'

اس نے جواب دیا

"اللہ تعالی کے ساتھ"۔

www.novelsclubb.com

تو میرے دل سے

اے میرے دل کی محبت،

میں اپنے رب سے

تسلی کے لئے دعا کرتا ہوں

میری روح سے

اے میری روح کے ساتھی،

میں آگیا اب تمہیں غم کرنے

کی ضرورت نہیں

www.novelsclubb.com

تم میری روح کا

ایک کثیر حصہ ہو

اور میں تمہارا ہوں۔

(محمد مطری کی نشید ھر تنی سے)

آیئے چلتے ہیں ایک پراسرار رات کی طرف جس کی کہانی آپ کو میں سناوں گا۔تو کہانی کی ابتدا ہوتی ہے رات کے آدھے پہر سے جہاں ایک کمرے کی کھڑکیوں کے پردے جو شیلی ہواؤں سے بار بار اِدھر اُدھر کو اڑ رہے ہیں۔ان کی کھلی کھڑکیوں سے جھانکتا آدھا مہتاب اور اس کو تکتا میں۔ہاں یہ میرے کمرے کا ہی منظر ہے۔ وہ کمرہ جو ماضی میں اندھیروں کا ایندھن ہوتا تھا,اب گزشتہ کچھ دنوں سے اجالوں کی زد میں آچکا ہے۔جس کی بتی میں گل نہیں ہونے دیتا کیونکہ ایک پل کا اندھیرا بھی میرے لیے جان لیوا ثابت ہو سکتا ہے،ہو بہو ان خوابوں کی طرح جو مجھے کئی

دنوں سے haunt کر رہے ہیں۔ وہی خواب جو میرے لیے ایک نائٹ میئر بن چکے ہیں۔

میں نے ایک بار ایک کتاب کی مصنفہ کو کہتے سنا تھا 'خواب یا تو علامتی ہوتے ہیں یا پھر مستقبل کا عکس۔ مگر اگر مجھ سے پوچھا جائے تو میں کہوں گا خواب نہ تو علامتی ہوتے ہیں اور نہ ہی مستقبل کا عکس۔ یہ چیخ و پکار ہوتے ہیں۔ یہ آہوں کا مسکن ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کی آہیں جو ہم سے رابطے کی التجا ہمارے خوابوں میں آ کر کرتے ہیں۔ جن کو ہم صرف یادوں اور دعاوں تک محدود رکھتے ہیں مگر وہ ہم سے نہ تو یادیں چاہتے ہیں اور نہ ہی دعائیں۔ وہ تو ہم سے بس "ہم" چاہتے ہیں۔

یہ باتیں عجیب ہیں نہ؟ مجھے بھی لگتی ہیں۔ چونکہ گزشتہ چند دنوں سے میری ہنستی مسکراتی زندگی ایسے ہی کچھ خوفناک خوابوں کی نظر ہو گئی ہے تبھی یہ عجیب باتیں اب میرے لیے معمول بنتی جا رہی ہیں۔ میں ان خوفناک خوابوں کے نشانے پر آیا ہوا ہوں کئی دنوں سے۔ وہ خواب جو روح تک کو ہلا دینے والے ہوتے ہیں۔ جن کو

www.novelsclubb.com

بند آنکھوں سے دیکھنے کے بعد کھلی آنکھیں ان کی گواہ رہتی ہیں۔ جن کو میری ڈکشنری میں صرف خواب نہیں بلکہ "خواب و پکار" کہا جاتا ہے۔ تو آیئے میرے خواب و پکار کی دنیا کا دروازہ پار کرتے ہیں جہاں پر کچھ لوگ ہمارے منتظر ہیں۔

جہاں جانے کے لیے بہت باہمت ہونا شرط ہے۔ جہاں قدم رکھنے سے پہلے موجودہ دنیا سے آنکھیں پھیرنا لازم ہے۔ تو آیئے میری کھڑکی سے آتی مہتاب کی روشنی کو چند پل کے لیے یہیں چمکتا چھوڑ دیتے ہیں اور اپنی آنکھوں کو سیاہ اندھیرے کی قید میں ہولے سے مقید کر لیتے ہیں تاکہ منظر بدلنے پر منتظر سامنے آئے۔ بس ایک پل کا یہ کھیل آپ کو ایک سرخ دیواروں والے طویل کمرے میں لے جانے کے لیے کافی ہے۔

www.novelsclubb.com

اب آپ اپنی لرزتی آنکھیں کھول سکتے ہیں۔ اور گھبرایئے مت! یہ وہی کمرہ ہے۔ سرخ دیواروں والا ایک طویل سا کمرہ جس کی دیواروں پر ہوا سفید پینٹ جگہ جگہ سے لال سرخی کی نظر ہو چکا ہے۔ خون آلود ہاتھوں کے نشان ہر دیوار پر فاصلے

فاصلے سے نصب ہیں۔اس ماحول سے اتنی جلدی نہیں ڈرنا آپ نے۔ابھی باقی کے منظر کا بھی ملاحظہ فرمالیجیے جس کو دیکھنے کے بعد آپ بھی آج سے میری طرح دن رات haunt ہوتے رہیں گے۔یہ منظر ہے ہی اتنا جان لیوا۔اور سنیں ابھی سے خواب مت ٹوریئے گا۔ابھی آپ کو کچھ فریادیں سننی ہیں۔وہی فریادیں جو آپ کو دور سے سنائیں دے رہی ہیں'بہت جلد آپ کے قریب آنے والی ہیں مگر ان کو سننے کے لیے آپ کو اپنی نظریں اس بچے سے ہٹانی پڑیں گیں جو آپ کے قدموں سے چند فٹ دور گراخون میں لت پت پڑا ہے۔اس کی کنپٹی پر ایک سوراخ ہے جس کے آس پاس خون جما ہوا ہے۔اور آنکھیں؟ وہ وہاں نہیں ہیں۔یوں معلوم پڑتا ہے جیسے کسی نے چاقو مار کر نکالیں ہوں ایسے کہ رخسار پر نقش موٹے موٹے آنسوؤں کے نشان ان کو وہاں سے بے رحمانہ طریقے سے نکالنے کی گواہی دے رہے ہوں۔اور سنیں اس بچے کے کانوں کو مت دیکھیئے کیونکہ اس کے کانوں کا بھی کچھ ایسا ہی حشر ہے۔وہ بھی اپنی جگہ موجود نہیں ہیں۔وہ آپ کے قدموں کے پاس

www.novelsclubb.com

ہی کچلے ہوئے پڑے ہیں۔اس مردہ بچے کا ہر حصہ ایسے ہی جگہ جگہ بکھرا ہوا آپ کو ملے گا۔زیادہ سوچیئے مت،یہی اصول ہے فلسطینی بچوں کی موت کا۔ان کو انسان نہیں بلکہ جانور سمجھ کر مارا جاتا ہے۔یہ سب کچھ کتنا خوفناک ہے نہ؟ مگر نہیں اس عورت کی چیخوں سے زیادہ خوفناک کیسے ہو سکتا ہے جو دوسری دیوار کے ساتھ لگی مسلسل نفی میں سر ہلا رہی ہے۔جہاں اسرائیلی فوجی ایک جھنڈ کی طرح اس کے سر پر کھڑے ہیں۔اندیشہ ہے جلد ہی اس پر ٹوٹ پڑیں گے۔آپ اس عورت سے نظریں پھیر لیں ورنہ وہ آپ کو ہی ابھی مدد کے لیے پکار اٹھے گی۔جبکہ میں اور آپ دونوں جانتے ہیں ہم اس کی مدد کے لیے آگے نہیں بڑھ سکتے۔اس تک رسائی کے لیے ہمیں اپنا کمفرٹ زون چھوڑنا پڑے گا جو ہم جیسے پاکستانیوں کے لئے ایک بہت ہی مشکل کام ہے۔اسی لیے مت آنے دیں خود کو اس عورت کی نظروں میں۔وہ ویسے بھی اب ہمیں دیکھ نہیں سکتی۔فوجیوں کا وہ جھنڈ اپنی ازلی کاروائی اس پر شروع کر چکا ہے۔میں جانتا ہوں یہ سب دیکھ کر آپ کے کندھے بھی میری طرح بھاری

www.novelsclubb.com

ہو رہے ہیں۔ایک دم اس عورت کے ساتھ جنسی زیادتی کا بوجھ ہمیں اپنے کندھوں پر محسوس ہونے لگا ہے مگر مجھے یقین ہے ہم خواب سے اٹھتے ہی اس گلٹ سے جلد نکل جائیں گے۔ مگر ایک منٹ! آپ ابھی خواب سے نہیں جاگ سکتے۔ ابھی آپ کو اپنا گریبان اس بوڑھے آدمی سے چھڑوانا ہے جو آپ کو کالر سے پکڑ کر ہر چیز کا الزام دے رہا ہے۔میں جانتا ہوں اس کی شکوہ کناہ نظریں آپ کو اپنے اندر جاتی محسوس ہو رہی ہیں۔ان نظروں کی تپش برداشت کرنا آپ کے اور میرے لیے بہت مشکل ہے مگر خواب سے بیدار ہونے کے لیے ان سب سے گزرنا بہت ضروری ہے۔میں جانتا ہوں اس بوڑھے آدمی کی سسکیاں اور آہیں بہت اونچی ہیں مگر میرا یقین کریں ان سے ہماری سماعت نہیں پھٹے گی۔ہم ان کو سن کر دوسرے کان سے نکالنے پر کامیاب ہو جائیں گے جیسے آج تک ہمیشہ ہوتے آئیں ہیں۔مجھے اصل فکر صرف ایک ہی چیز کی کھائی جا رہی ہے۔اس فلسطینی ماں کی جس کا سفید گلابی مائل چہرہ سیاہ سٹول کے ہالے میں مقید ہے۔وہ اس طویل کمرے کے وسط

www.novelsclubb.com

میں زنگ آلود زنجیروں میں جکڑی بیٹھی ہے۔اس کے آغوش میں اس کے جوان بیٹے کی لاش سو رہی ہے۔اور اس کے سینے سے اٹھتا خون ابل ابل کر باہر آ رہا ہے۔ وہ خون اپنے رنگ سے تازہ ہونے کی خبر دے رہا ہے۔شاید وہ جوان مرا نہیں ہے شہید ہوا ہے۔زندہ موت والا وہ جوان اپنی ماں کی کاروائی دیکھ سکتا ہے۔وہ جو اپنے ہاتھ سے بیٹے کا خون اپنے چہرے پر مل رہی ہے اور پھر وہی خون زدہ ہاتھ بار بار سفید دیواروں پر بھی چھاپ رہی ہے۔اس سے پہلے کہ اسے میری اور آپکی موجودگی کا وہاں احساس ہو جائے'ہم اپنے قدم اس دنیا سے واپس موڑ لیتے ہیں۔ ورنہ مجھے شک ہے کہیں اس کی کاٹ دار نظر کا وار آپ کی بھی روح میری طرح قبض نہ کر لے۔تو بس بند کرتے ہیں اس خواب کے باب کو۔کیونکہ یہاں رہنا ہمارا ضمیر بیدار کر سکتا ہے اور ہم نے اس کو بیدار نہیں ہونے دینا۔ہم نے بس ان خوابوں سے ڈرنا ہے۔کیونکہ ہم ایک ڈرپوک قوم ہیں۔ہم نے آج تک فلسطینیوں کے لئے ڈر ڈر کر زندگی گزاری ہے۔ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتے ان کے

www.novelsclubb.com

لیے۔ ہم ان کے دیار کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ تو آیئے خواب و پکار کو یہیں دفن کر جاتے ہیں۔ مگر دفن کرنے سے پہلے اس بندے کو دیکھنا مت بھولیے گا جو ایک کرسی پر ترچھا ہوا کھڑا آس پاس بکھرے فلسطینیوں سے خطاب کر رہا ہے۔ بدن کو فلسطینی جھنڈے سے ڈھانپتے، چہرے کو سفید اور سیاہ چیک والے کوفیۃ سے ڈھکتے ہوئے سارا ہجوم اسے غور سے سن رہا ہے۔ ان کے پیچھے بم دھماکے ہو رہے ہیں مگر انہیں جیسے اس کی پرواہ ہی نہیں۔ تقریر کرتے فلسطینی کا انداز ایسا ہے جیسے وہ زیرِ آسماں زخمی

فقط اِک پل کا مہماں ہو اور اس کا رخ مسجد اقصیٰ کو بچانے کی جانب ہو۔ وہ بہت بلند آواز میں بولے جا رہا ہے۔ اتنی بلند کہ آپ اور میں اسے ہجوم سے یہ کہتے سن سکتے ہیں کہ

www.novelsclubb.com

"ایک تیز ہوا زیرِ زمین سے چلی

اور میری نظموں کو اڑا گئی

گرد آلود ہوائیں

اور بھاری سا اک بادل

جو بار بار پکار رہا ہے

کیا کوئی نجات ہے؟

تو سنو میری امت!

تم نہیں جانتے

تمہارے پیچھے ایک

شیطانی منصوبہ تیار کیا گیا تھا

جس کا مقصد تمہیں

www.novelsclubb.com

تباہ کرنا تھا۔

میں آسمانوں کے رب کی قسم

کھا کر یہ کہتا ہوں

اے میری امت دھیان سے سنو!

کیونکہ ہر چیز مبہم ہوتی

نظر آتی ہے

ان کے بم کی طرح

جو ہم پر زہر کی طرح نچھاور

کیے گیے تھے

اور اس وقت ہمارا کوئی

مخلص یاد یانت دار دوست

www.novelsclubb.com

نہ تھا اسی لیے ہم تباہ

کیے گیے تھے۔

میرے بیٹے کو

گولیوں کی فصل سے

گولی ماردی گئی تھی

جس میں مجھے تسلی

دینے والا کوئی نہ تھا۔

اور اے میرے مہربان باپ!

www.novelsclubb.com

انہوں نے تجھ پر بھی

ایسا ہی وار کیا تھا

سرد مہری کی طرح

جیسے کوئی پانی کا گھونٹ

پیتا تھا۔

تو ایے فلسطینیوں

یہ (جنت کا ایک درخت)

تمہارا گھر ہے

جہاں کوئی مصیبت نہ ہو گی۔

مگر بات ابھی ختم نہیں ہوئی

اور اے میری ماں!

www.novelsclubb.com

تو بھی رونا بند کر،

تیرا دین اٹھ رہا ہے

باقی سب رائیگاں جا رہا ہے۔

اور چونکہ میری عزت پامال

ہو رہی ہے تو

میں اپنے رب سے التجا کر رہا ہوں،

جو مجھے یقین ہے کہ

میری دعا کا

جواب دے گا۔

اور اے میرے نوجوان بچے

تو بھی سن!

فخر کی آواز پھٹ چکی ہے

اور ہر کوئی

اپنی دھنیں گانے میں

www.novelsclubb.com

مصروف ہو چکا ہے۔

رات سب کے اوپر چِلا رہی ہے:

"اے احمقوں!

تمہاری عزت کی بے حرمتی ہوئی ہے!"

اور سچ کہوں تو

میری زبان ٹھیک ہے

لیکن میرا دل زخمی ہے

اور میری آنکھیں

www.novelsclubb.com

پانی کے گھڑے کے منہ

کی طرح ہو گئی ہیں

اب میں بغیر علاج کے

طویل عرصے تک

ماتم کرتا رہوں گا

کیونکہ میرے لوگ شہداء

میں تبدیل ہو چکے ہیں۔

مگر میرا یہ سوال ہے

کیا ہمارے حقوق کی واپسی کا کوئی حل ہے؟

دنیا کی مزاحمت کہاں ہے؟

سب کی طاقت کہاں ہے؟

www.novelsclubb.com

جب ہم "غار کے لوگوں"

کی طرح سو رہے ہیں

تو یہ کیسے بھول گیے کہ

آزمائش اچانک آسکتی ہے۔

اسی لیے میں اللہ سے

دعا کرتا ہوں کہ

وہ اس مصیبت کو ختم کر دے

اور اپنے فرشتوں کو بارش کے قطروں کی طرح

ہماری مدد کو بھیج دے۔"

وہ فلسطینی مسلسل ہمارے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ انڈیلے جا رہا ہے۔اس کے یہ الفاظ آپ کو اور مجھے نمک کا مجسمہ بنانے کے لیے کافی ہیں۔ مگر ہم وہ قوم ہیں جو نمک کے مجسمے میں ڈھلنے سے گھبراتی نہیں ہے'بس اس سے دور بھاگتی ہے۔تو آجایئے بھاگ جاتے ہیں واپس اپنی دنیا میں۔ہم ان خوابوں کی دنیا کو اپنی

www.novelsclubb.com

مسکراہٹ کا قاتل نہیں بننے دیں گے۔آیئے آنکھوں کے وزن کو جھٹکتے ہیں اور دھیرے دھیرے انہیں کھول کے میرے کمرے میں واپس لے آتے ہیں' جہاں مہتاب کی روشنی ہماری آنکھیں چندھیانے کو بے چین بیٹھی ہے۔آیئے اپنے ضمیر کی موت مر کر دوبارہ سے جی اٹھتے ہیں کیونکہ یہی ہمارا ازل سے رواج رہا ہے۔

"ہر چیز سے بھاگنا!"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

www.novelsclubb.com

باب نمبر:3

"ایغور مسلمان"

"THE GENOCIDE VICTOMS"

www.novelsclubb.com

ایک بار ایک شیطان نے

منصوبہ بنایا

کسی انسان کو تکلیف دینے کا،

وہ ایک بد تمیز اور

ظالم شیطان بادشاہ تھا،

وہ بے حد لالچ کے ساتھ ہنستا ہوا

اپنے شکار کا نظارہ کرنے

پہنچ گیا انسانی دنیا میں،

لیکن وہاں پہنچنے پر

اس نے جو منظر دیکھا

تو وہ لینا بھول گیا

اپنی پرواز کا اگلا گیئر،

www.novelsclubb.com

اسے معلوم ہوا

انسان تو شیطان کے بغیر ہی

تمام حدیں پار کر چکے ہیں

انسانیت کی شیطانیت نے

شیطان کے سارے

منصوبے کو مار ڈالا۔

وہ دھک سے رہ گیا

کیا انسان اتنے

اذیت پسند ہوتے ہیں؟

کیا واقعی اس طرح کوئی

کسی کو ستا سکتا ہے؟

www.novelsclubb.com

اتنی بے دردی سے؟

اس نے سوچا، کم از کم

میں انسانی فطرت سے بے نیاز

اچھے ہونے کا بہانہ نہیں کرتا۔

میں لاعلمی نہیں دکھاتا

اگرچہ میں عقلمند ہوں۔

وہ آیا تھا

جرم کرنے

لیکن خود بن گیا

ظلم کا ایک ہکا بکا گواہ۔

جب وہ واپس گیا

اپنی راکشس زمین پر،

تو اس کی آنکھوں میں

دکھائی دی دردناک نمی،

www.novelsclubb.com

اس کے لوگوں نے اس سے پوچھا

انسانی فطرت کے بارے میں،

اس نے جواب دیا کہ انسانیت

اسٹریچر پر ہے.

یقیناً وہ جیت گئے ہیں

اور میں ہار گیا ہوں.

کیونکہ میں نہیں کر سکا وہ ظلم

جیسا کہ وہ بدترین کرتے ہیں.

www.novelsclubb.com

کوئی بتائے کون ڈرنے کے لائق ہے؟

وہ یا میں؟

پتہ نہیں ہم میں سے شیطان کون ہے؟

وہ یا میں؟

(لائبہ ہیئو مینیٹی کی نظم

"جب شیطان انسانی مظالم سے ملا" سے اقتباس)

یہ منظر تھا نیویارک کے سب سے مشہور پارک کا جس کو دنیا بھر میں "سینٹرل پارک" کے نام سے جانا جاتا تھا۔ یہ قدرتی خوبصورتی سے روشناس شہر کا پانچواں سب سے بڑا پارک تھا۔ یہ پارک ویسے تو سارا سال مداحوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنا رہتا تھا مگر موسم بہار کے آتے ہی سیاحوں سمیت مقامی لوگوں کی ایک بڑی تعداد اس پارک کا رخ کر لیتی تھی۔ چونکہ بہار رنگوں کے بکھرنے اور پھولوں کے

www.novelsclubb.com

سنورنے کا موسم مانا جاتا تھا تبھی موسم کی اس روایت کو پورا کرنے کی غرض سے اس شہر میں چیری بلاسم کے پھول ہر جگہ نئے جنم لینے پر مجبور ہو جاتے تھے۔

کچھ ایسا ہی سماں اس وقت بھی اس پارک میں چھایا ہوا تھا۔نیلے اور سفید بادلوں کے ملاپ سے آسمان کا ایک کنارہ پارک کی زمین پر جھانک رہا تھا جہاں کا سبزہ ہر سو بکھرتا بہت سے چیری بلاسم کے پیڑوں کو اپنے تابع کرنے میں تقریبا کامیاب ہو چکا تھا۔

ایسے میں ایک لڑکی چیری بلاسمز کے درختوں سے دور پھولوں کے چند گملوں کے ساتھ کھڑی ان کی تصویریں اپنے موبائل میں اتار رہی تھی۔اس نے موسم کے حساب سے ہلکا پھلکا لانگ فراک پہن رکھا تھا جس پر سفید اور زرد رنگ کی پھولوں کی بوٹیاں بنی ہوئی تھیں۔ساتھ ہی اسی کے ہم رنگ ہیٹ بھی ترچھی کر کے سر پر موجود تھی۔اس سے تھوڑے فاصلے پر کھڑا جیک ہاتھوں کا چھاتا بنائے پارک کی

اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔ایک فخریہ مسکراہٹ اس کے لبوں پہ جھول رہی تھی۔ ہر گزرتے پل کے ساتھ اس کو اس جگہ کی دلکشی کا اندازہ ہو رہا تھا۔اس کا انتخاب واقعی درست ثابت ہوا تھا۔

"جیک تمہیں نہیں لگتا ہم نے غلط جگہ منتخب کر لی ہے؟" یہ سوال ایزابیلا کی طرف سے آیا تھا۔اس کے سوال پر جیک کی مسکراہٹ سمٹی۔وہ ایڑیوں کے بل اس کی طرف گھوما۔

"بلکل بھی نہیں بیلا میرے نزدیک اس سے خوبصورت ویو ہمیں پوری دنیا کیا پوری کائنات میں بھی نہیں مل سکتا۔اسی لیے خبردار جو مزید ایک لفظ بولی تم۔" کہتے ساتھ ہی اسے تنبیہ کی۔ہونہہ کتنی ناشکری تھی ایزابیلا۔۔۔۔

www.novelsclubb.com

"اوہو میں اس جگہ کو برا نہیں کہہ رہی۔"

"تو پھر تم کیا کہنا چاہ رہی ہو۔ جان سکتا ہوں میں؟" جیک خفا سا بولا گویا جیسے اس جگہ کے بارے میں کچھ بھی برا سننا وہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

"میں اس لیے کہہ رہی تھی جیک کہ تمہیں نہیں لگتا یہ جگہ انٹرویو کے لئے مناسب نہیں ہے اور ویسے بھی اس انٹرویو کے لئے جس کے بعد مجھ سمیت پارک کے ہر کونے میں اداسی چھا جائے گی؟"

وہ سنجیدہ تھی۔

"تم اپنی کہانی پر فوکس کرو بیلا، پارک کو مجھ پر چھوڑ دو۔ ویسے بھی جہاں جیک ہوتا ہے وہاں اداسی زیادہ دیر تک ٹک نہیں پاتی یو نو می ویری ویل۔" وہ مسکراتا ہوا بولا تو ایزابیلا کے کندھے تھوڑے ڈھیلے پڑے۔

"ٹھیک ہے پھر کال کرو اس لیڈی کو ابھی تک وہ نہیں آئی۔" ساتھ ہی اس نے حکم دیا تو جیک نے اس کو کال ملانے کے لیے موبائل جیب سے نکالا اور اس کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"ویسے جیک تمہیں کیا لگتا ہے وہ مجھے وہ کہانی دے پائے گی جو مجھے چاہیے؟"

ایزابیلا کو اسی دن سے ایک ہی ٹینشن لگی ہوئی تھی، جب سے جیک نے اس کو ایک ایسی خاتون کے بارے میں بتایا تھا جو مصر سے ہجرت کر کے نیویارک آئی ہوئی ایک پناہ گزین تھی تب سے ذہن میں ایک ہی بات چل رہی تھی۔ جیک کے مطابق وہ خاتون چائنہ کی قید میں کئی ماہ کاٹ چکی تھی اور ایک مضبوط سروائیور ٹھہری تھی۔ اس کے پاس قیدیوں پر ظلم کی ایک طویل داستان تھی اور ایزابیلا کو کچھ ایسی ہی سٹوری چاہیے تھی اپنے اگلے ناول کے لیے۔ وہ ایک رائٹر تھی اور اپنی کہانیوں کو ریئل ٹچ دینے کے لیے رائٹرز ایسے لوگوں سے ملتے رہتے تھے، مگر اس طرح کی سٹوری وہ پہلی مرتبہ لکھ رہی تھی اسی لیے ذہن تھوڑا الجھا ہوا ابھی محسوس ہو رہا

www.novelsclubb.com

تھا۔جیک نے پتا نہیں اس کی تحریر کے لئے درست سٹوری کا انتخاب کیا تھا کہ نہیں۔چونکہ جیک بہت سی این جی اوز کے ساتھ کانٹیکس میں رہتا تھا تبھی اس خاتون سے ملاقات جیک نے ارینج کروائی تھی۔

"وہ کال نہیں اٹھا رہی شاید راستے میں ہو۔"فون کان سے ہٹاتے ہوئے جیک بولا پھر ایک نظر سامنے کھڑی ایزابیلا کو دیکھا جو کسی خلا میں دیکھتی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔

افففف رائٹرز اور ان کا بات بات پر کہیں کھو جانا!!!

"تم کیا سوچ رہی ہو؟"

www.novelsclubb.com

"یہی کہ یہ جگہ ہے تو بہت اچھی مگر تمہیں نہیں لگتا آج کے موضوع کے حساب سے ہمیں کسی اور جگہ کا انتخاب کرنا چاہیے تھا۔" اس کے ایک اور تبصرے کے جواب میں جیک کچھ تلخ بولنے ہی والا تھا کہ سامنے سے وہ آتی دکھائی دی۔ ایشیائی نقوش کی حامل وہ گوری رنگت والی ایک جوان عورت تھی۔ اس کا حلیہ بلکل سادہ سا تھا جیسے نیویارک میں محنت مزدوری کرنے والی خواتین کا ہوتا تھا۔ البتہ اس کا لباس صاف اور مکمل تھا۔ ہیڈ بھی کوور تھا، ایسے کہ ایک بال بھی سکارف سے نہیں جھانک رہا تھا۔

"وہ آ گئیں فاطمہ۔" جیک اس کو دیکھتے ہی چمک کر بولا۔

www.novelsclubb.com

وہ مسکراتی ہوئی انہیں کی جانب آ رہی تھی۔ ایزابیلا اس کو قریب آتے خاموشی سے دیکھتی رہی۔ جیسے اس کی چال کا مشاہدہ کر رہی ہو۔

افففف یہ رائٹرز بھی نہ!!!

"ہیلو۔امید ہے میں نے آپ کو زیادہ انتظار نہیں کروایا ہو گا جیک صاحب۔" فاطمہ نے مسکراتے ہوئے ایک ہاتھ سینے پر رکھ کر سر کو خم دیا۔ پھر دونوں کو باری باری مسکراتی آنکھوں سے دیکھا۔

" بلکل نہیں فاطمہ۔ہم خود بھی کچھ ہی دیر پہلے اس لوکیشن پر پہنچے ہیں۔ویل، یہ بتائیں کیسی ہیں آپ۔" حال پوچھنے والی ایزابیلا تھی۔

"میں ٹھیک ہوں میڈم آپ کیسی ہیں؟" فاطمہ نے جواب دیتے ہوئے ایک سوالیہ نظر جیک پر ڈالی جیسے کہہ رہی ہو ان کا تعارف تو اپنے کروایا ہی نہیں۔اس سے پہلے جیک سستی کا مارا اپنے لب کھولتا، ایزابیلا نے اپنا تعارف خود ہی کروا دیا۔

"میں ایزابیلا کوپر ہوں۔ایک رائٹر۔آپ سے میں ہی ملاقات کرنا چاہتی تھی۔وہ دراصل میں مستقبل میں اپنی ایک تحریر لکھنے والی ہوں اور جیک کو لگتا ہے اس میں آپ میری کچھ مدد کر سکیں گی۔چونکہ جو میں لکھنا چاہتی ہوں وہ آپ جی کر آچکی

ہیں اسی لیے آپ کا تجربہ میری تحریر کے لئے کافی مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ تو کیا آپ میری مدد کریں گی فاطمہ؟

آخر میں مسکراتے ہوئے ایک ہاتھ مصافحے کے لیے فاطمہ کی طرف بڑھایا تو اس نے بھی مسکراتے ہوئے تھام لیا۔

"جی ایزابیلا میڈم۔ مجھے جیک صاحب نے بتایا تھا ان کی دوست کو مجھ سے چند معلومات چاہیں مگر مجھے یہ نہیں معلوم تھا وہ دوست ایک رائٹر ہو گی۔ خیر جیک صاحب کے مجھ پر بہت احسانات ہیں اسی لیے ان کی دوست کی مدد کرنا میرے لیے خوشی کا باعث ہو گا۔" وہ دونوں آپس میں محو گفتگو تھیں جب جیک بیچ میں کھنکھارا۔

www.novelsclubb.com

"مجھے نظر انداز ہونا نہیں پسند اسی لیے جب میرا نام لیا جائے تو نظروں کا مرکز بھی مجھے بنایا جائے۔" وہ بولا تو ایزابیلا نے مسکراتے ہوئے سر کو جنبش دی۔

"بلکل اسی لیے تم یہاں بیٹھو اور فوٹو گرافی کرو آس پاس کے منظر کی۔ میں اور فاطمہ واک پر جا رہے ہیں۔ چونکہ تمہارا کام تھا ہمیں ملانا اور وہ تم بخوبی طور پر سر انجام دے چکے ہو اسی لیے ہمیں اب اجازت دو۔" ایزابیلا تحکمانہ انداز میں بولی تو جیک کے چہرے کے زاویے بگڑے۔ آج کل کے لوگوں کو تو احسان کا بدلہ بھی چکانہ نہیں آتا ہو نہہ۔

"آو فاطمہ اس طرف چلتے ہیں۔ وہاں کافی خاموشی ہو گی۔" ایک نظر جیک کو دیکھا پھر فاطمہ کو ہاتھ سے ایک جگہ کا اشارہ کیا جہاں پر ایک لمبی سی ٹریک نما سڑک تھی۔ اس کے اطراف میں لگے چیری بلاسمز کے پیڑ ہواؤں سے جھول رہے تھے اور اپنے ہلکے گلابی رنگ کے پھول گزرگاہ سے تھوڑے فاصلے پر بچھے سبزے پر نچھاور کر رہے تھے۔ وہ ایک خوبصورت سا واکنگ پاتھ تھا۔

www.novelsclubb.com

میں کچھ بھی نہیں

اور سب کچھ بھی ہوں۔

لیکن نہیں ہوں میں

ہری کلیوں یا مردہ پتوں

کے درمیان کچھ بھی

اور مجھے منظور ہے

www.novelsclubb.com

کہ نہ ہوں میں چیری کا پھول بھی۔

وہ پوری روشن بلوم ہے۔

چیری بلسم کا اوتار بھی

مسلسل اور مکمل

یہاں تک کہ لمحوں میں

اپنی خوشی کے قلیل ہونے کا

احساس بھی۔

(unknown)

"تو فاطمہ کتنا عرصہ ہو گیا ہے تمہیں نیویارک ہجرت کیے ہوئے؟"

www.novelsclubb.com

"تقریباً دو سال ایزابیلا میڈم۔"

وہ دونوں اس خوبصورت پاتھ پر ساتھ ساتھ چل رہی تھیں۔ جیک کو وہ ان پھولوں کے پاس ہی چھوڑ آئیں تھیں۔

"گریٹ۔اوران دو سالوں میں تمہیں کیسا لگا ہمارا نیو یارک؟"اب فاطمہ کی سٹوری لینی ہی تھی تو ایزابیلا کے لیے اس کے جذبات جاننا بہت ضروری تھے۔

"سچ کہوں تو نیو یارک ایک بہترین جگہ ہے۔چاہے سیاح ہوں یا مہاجر، یہ ہر آنے والے کو بھرپور طریقے سے ویلکم کرتی ہے۔اب تک کا میرا سفر نیو یارک کے ساتھ اتنا برا نہیں گزرا مگر پھر بھی اس جگہ پر اپنائیت کی کمی سے لگتی ہے۔یہ ایک ویلکمنگ جگہ تو ہے مگر یہ ہوم فیل نہیں کرواتی۔گھر والا کمفرٹ نہیں دیتی۔"

"اس کی کوئی خاص وجہ۔"

ایزابیلا کو زرا حیرت ہوئی۔نیو یارک میں بسنے کے لیے تو لوگ دور دور سے آتے تھے۔

"شاید اسی لیے کہ ہر گزرتے دن کے ساتھ یہاں کی آبادی بڑھتی جا رہی ہے۔ یہاں اب مقامی لوگوں کے بجائے سیاح زیادہ دکھنے لگ گئے ہیں۔ نیویارک ہمیشہ سے ایک ثقافتی مرکز رہا ہے جہاں مختلف زبانیں بولنے والے لوگ پائے جاتے ہیں مگر یہ دھیرے دھیرے اپنا چارم کھوتا جا رہا ہے۔ اب یہاں جو بھی آتا ہے وہ ایک لگژری زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ کچھ چیزوں کو جدید نہیں ہونا چاہیے ایزابیلا میڈم۔ ان کو سادہ ہی رہنا چاہیے ورنہ وہ بہت سے لوگوں کے لیے اجنبی بن جاتی ہیں۔" فاطمہ نے کہتے ہوئے سادگی سے کندھے اچکائے۔

"کہیں نہ کہیں میں بھی تمہاری بات سے متفق کرتی ہوں فاطمہ۔" اس کی بات میں وزن تھا اسی لیے ایزابیلا بھی تائید کیے بغیر نہ رہ سکی۔

www.novelsclubb.com

"خیر اب کام کی طرف آتے ہیں۔ تم اپنی قید کی کہانی تفصیل سے سناؤ مجھے۔ اپنے نام سے لے کر اپنی فرار تک کی ہر چیز۔ میں بیچ میں مداخلت نہیں کروں گی۔ تم

ایک گہری سانس لو اور شروع ہو جاو فاطمہ۔"ایزابیلا کی بات پر فاطمہ مسکرادی۔ بالآخر ایک دوستانہ ماحول بن چکا تھا۔

"شکریہ ایزابیلا میڈم۔"فاطمہ نے سر کو خم دیا اور پھر ایک گہرا سانس لے کر بات کا آغاز کیا۔

"میرا نام فاطمہ اسلام ہے۔میں ایک ایغور مسلم ہوں۔میں شادی شدہ ہونے کے ساتھ ساتھ تین بچوں کی ماں بھی ہوں۔میرے شوہر مصری ہیں۔میں کئی عرصہ ان کے ہمراہ مصر میں رہائش پذیر رہی ہوں جبکہ میرا تعلق صوبہ سنجیانگ کے شہر "کاشغر" سے ہے۔۔۔۔"

www.novelsclubb.com

"معذرت مداخلت کے لیے مگر کیا تم تھوڑا بہت سنجیانگ کے بارے میں بتا سکتی ہو اپنے الفاظوں میں فاطمہ؟تاریخ کے بارے میں ریسرچ میں خود ہی کرلوں گی مگر کچھ باتیں میں تمہارے زبانی جاننا چاہتی ہوں۔"ایزابیلا دلچسپی سے بولی۔اس

کے ہاتھ میں موبائل تھا جس پر ایک نوٹ پیڈ کھلا ہوا تھا۔ گو کہ اس کا حافظہ اتنا اچھا نہیں تھا تبھی ساتھ ساتھ ایک حرفی پوائنٹس اتارنے کے لیے اس نے وہ کھول رکھا تھا۔

"ضرور میڈم ایزابیلا۔ جہاں تک مجھے اپنے دیس کی معلومات ہیں ان کے مطابق سنجیانگ اصل میں پہلے "مشرقی ترکستان" East Turkestan ہوتا تھا، بعد میں چائنہ نے اس کو "سنجیانگ Xinjiang" کا نام دے دیا۔ مغربی دنیا ایک طویل عرصے تک اس کو مشرقی چائنہ بھی بلاتی رہی ہے۔ مشرقی ترکستان یا مشرقی چائنہ کہہ لیں، یہ ایغوروں کا وطن ہے جسے چینی حکومت نے کئی برسوں پہلے "سنجیانگ" کہہ کر اس علاقے میں سے ایغور مسلمانوں کی حیثیت ختم کر دی تھی مگر ایغور مسلمان اس کو آج بھی سنجیانگ نہیں کہتے۔ وہ اس کو مشرقی ترکستان ہی کہہ کر پکارتے ہیں۔ یہ علاقہ ایک تنازعہ شدہ علاقہ ہے۔ اس علاقے کے لیے چائنہ کئی برسوں سے جنگیں لڑتا آیا ہے اور اب چونکہ یہ ان ہی کی مملکت کا حصہ بن

www.novelsclubb.com

چکا ہے تو اس کو چائنہ کا سب سے بڑا صوبہ مانا جاتا ہے۔ سنجیانگ شمال مغربی چین کا وہ علاقہ ہے جو صحراؤں اور پہاڑوں کا ایک وسیع خطہ ہے۔ یہ بہت سے نسلی اقلیتی گروہوں کا گھر بھی ہے۔ آبادی کے لحاظ سے سنجیانگ میں غالب نسلی گروہ ترک ایغور مسلمانوں کا ہی ہے مگر چائنہ ان کو اقلیتوں میں شمار کرتا ہے۔" وہ اپنے اٹھتے قدموں کو دیکھتی چند تفصیلات بتا رہی تھی۔ آس پاس پھیلے چیری بلاسم کے درخت بھی ان دونوں پر پھول برساتے ان کی باتوں میں اپنی دلچسپی ظاہر کر رہے تھے۔

"ایغور مسلمان کون ہوتے ہیں فاطمہ؟ تھوڑی سی روشنی اس پر بھی ڈالو۔" نوٹ پیڈ پر مسلسل انگلیاں چلاتی ایزابیلا بولی۔ اس کے سنہری بال ہوا کے باعث ہیٹ سے آگے پیچھے کو اڑ رہے تھے جسے وہ ہر تھوڑی دیر بعد کانوں کے پیچھے اڑس رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"ایغور لوگوں کا ایک گروہ ہے ایزابیلا میڈم۔زیادہ تر ایغور چین کے سنجیانگ علاقے میں رہتے ہیں اور تاریخ کے مطابق کئی سو سالوں سے وہیں آباد ہیں۔بطور مسلمان ان کی ایک بھرپور اور پیچیدہ تاریخ ہے جو کئی صدیوں پر محیط ہے۔ سنجیانگ کی بات کی جائے تو وہاں تقریباً بارہ ملین ایغور آباد ہیں جن میں زیادہ تر مسلمان ہیں،ایغور لوگ اپنی زبان بولتے ہیں جو ترکی سے ملتی جلتی ہے اور ثقافتی اور نسلی طور پر اپنے آپ کو وسطی ایشیائی قوموں کے قریب سمجھتے ہیں۔"

"یعنی یہ لوگ اور یہ جگہ ایک تاریخی پس منظر رکھتی ہے،انٹرسٹنگ۔خیر شکریہ فاطمہ اس جگہ کے بارے میں باقی کی معلومات میں خود لے لوں گی۔اب تم مجھے اپنی قید کے بارے میں بتانا شروع کرو،اور ہاں ایک دفعہ پھر مداخلت کے لیے معذرت" کہتے ساتھ ہی ایزابیلا نے معذرت سے ہاتھ اٹھائے۔فاطمہ ایک بار پھر مسکرادی۔اس کو وہ رائٹر کافی ڈاؤن ٹو ارتھ لگی تھی۔

www.novelsclubb.com

"مجھے اپنی قید کی ایک ایک بات اب صحیح سے یاد نہیں ہے چونکہ وہاں کے تشدد کی وجہ سے میری یاداشت بہت متاثر ہوئی ہے لیکن میں اپنی پوری کوشش کروں گی ایزابیلا میڈم۔

مگر اس سے پہلے میں آپ کو سنجیانگ کی حقیقت سے آگاہ کرتی چلوں جو چائنہ پوری دنیا سے چھپاتا پھرتا ہے۔ سنجیانگ بظاہر ایک خوبصورت جگہ تو ہے لیکن اندر سے یہ ایک بھیانک قید خانہ ہے۔ایغور مسلمانوں کا قید کا دیار۔ جہاں انہیں اپنی مرضی سے سانس لینے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ وہاں کے مسلمان ایک آزاد مملکت میں رہ کر بھی غلامی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہ اپنی مرضی سے کہیں آجا بھی نہیں سکتے۔اس جگہ کی سڑکوں پر ہمیشہ ایک خوف طاری رہتا ہے۔ وہاں کی حکام ہمیشہ ایغور مسلمانوں پر نظر رکھتی ہے۔ وہاں کوئی گلی ایسی نہیں ہے جس کے موڑ پر حکومت کا خفیہ کیمرہ نصب نہ ہو۔ حکومت کی طرف سے ہر ایغور مسلمان کے موبائل میں ایک چپ اٹیچ کی جاتی ہے جس سے ان کی ہر وقت کی لوکیشن،

www.novelsclubb.com

موبائل کالز، اٹھنے جاگنے کا وقت ہر چیز کا ریکارڈ حکومت کو جاتا رہتا ہے۔ایغوروں کو اشیا کی خرید و فروخت میں بیشتر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، یہاں تک کہ ان کی گاڑیوں میں پیٹرول بھی تب تک نہیں ڈالا جاتا جب تک پیٹرول پمپ کے گارڈز ان کے پیدائش سے لے کر موجودہ وقت تک کے ڈاکومنٹس نہ چیک کر لیں۔

ایغوروں کی بغیر وجہ کی تفتیش بہت سخت طریقے سے ہوتی ہے ایزابیلا میڈم۔اسی طرح اگر ہم 2017 کو نظر میں رکھتے ہوئے بات کریں تو وہ سال ایغور مسلمانوں کے لیے بلیک ائیر ثابت ہوا تھا۔اس سال چینی حکومت نے ان پر جبر بڑھا دیا تھا۔ حکومت کی طرف سے سیکڑوں، ہزاروں، ممکنہ طور پر لاکھوں ایغور مسلمانوں کو گرفتاری اور حراست میں لیا گیا تھا جن میں سے کچھ کو جبری مشقت اور جسمانی زیادتی کا نشانہ بنایا گیا تھا اور جو گرفتاری سے بچ گئے تھے، ان کو سخت نگرانی اور کنٹرول میں رکھا گیا تھا۔ مگر آج کے مقابلے میں وہ جبر کچھ بھی نہیں ہے۔اب تو اس سے بھی زیادہ ظلم و ستم ان لوگوں پر ڈھائے جاتے ہیں۔" وہ ہوا میں ہاتھ

www.novelsclubb.com

جھلاتی اسے بتا رہی تھی جب ایزابیلا کی نظر دفعتاً اس کے دائیں ہاتھ پر پڑی جو کلائی سے جھلسا ہوا تھا۔ نشان اتنا تیز نہیں تھا اسی لیے کافی پرانہ معلوم ہوتا تھا۔ شاید اس قید میں اس کا ہاتھ بھی جلایا گیا تھا۔

"مجھے یاد آیا فاطمہ میں نے سنا تھا چین نے 2014 میں پر تشدد دہشت گردی کے خلاف "سٹرائیک ہارڈ" مہم شروع کی تھی اور 2017 میں اس پر صحیح طریقے سے عمل درآمد ہوا تھا۔ تم اسی کی بات کر رہی ہو نہ؟"

فاطمہ کے ہاتھ سے نظر ہٹاتے ہوئے وہ کسی سوچ کے تحت بولی۔ پھر تصحیح کے لیے فاطمہ کو دیکھا تو اس نے سر کو اثبات میں ہلا دیا۔ وہ دونوں ابھی تک اسی واکنگ پاتھ پر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی چل رہی تھیں۔ گزرگاہ کافی لمبی تھی تبھی ابھی تک وہ اس کو پار نہیں کر پائیں تھیں۔ اور جہاں تک بات رہی آس پاس کے منظر کی تو واکنگ پاتھ کے آس پاس بکھرا ہوا سبزہ اب پہلے کی نسبت زیادہ پھولوں سے

کنسیل ہو چکا تھا۔ بڑے قد کے جگہ جگہ کھڑے چیری بلاسم کے درخت ہر ہوا کے جھونکے کے ساتھ پھولوں کا چھڑکاؤ تیز کر رہے تھے۔ ساتھ ہی راہداری میں چلتے دو نفوس کا مشاہدہ کرنا وہ نہیں بھولے تھے۔

"جی یہ وہی سٹرائیک ہے ایزابیلا میڈم جس کے بعد سے چینی حکومت شیر بن گئی تھی اور ابھی تک بنی ہوئی ہے۔ آج بھی چینی حکومت ایغور مسلمانوں کو اندھا دھند جیلوں میں ڈالتی ہے۔ اس کا جب دل چاہتا ہے وہ لوگوں کو اجتماعی طور پر گرفتار کر کے لے جاتی ہے اور پھر واپس کبھی نہیں کرتی۔ بہت سے لوگوں کو تو وہاں موقعے پر ہی مار دیا جاتا ہے وہ بھی صرف اسی وجہ سے کہ وہ اپنے دین کو پریکٹس کرتے ہیں۔ اور دینی رسومات سے منسلک آپ کو ایک اور بات بتاتی چلوں، شاید آپ یقین نہ کریں مگر کچھ سال پہلے چینی حکومت نے ایک نوٹس جاری کیا تھا جس کے تحت اگر کسی بھی چینی شہری کو کوئی عورت برقعہ پہنتی ہوئی یا کوئی مرد داڑھی رکھتا ہوا دکھے تو اس پر لازم ہے کہ وہ فوراً سے پولیس کو متعلقہ شخص کے بارے میں اطلاع دے

www.novelsclubb.com

اور اس اطلاع پر حکومت اس کو انعام میں ایک اچھی خاصی رقم سے نوازے گی۔

اس نوٹس سے ایغور مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچا تھا ایزابیلا میڈم۔تب سے اب تک بہت سی برقعہ پوش عورتیں اور ڈاڑھی والے مرد دہشتگردی کے مقدمے میں پھانسی چڑھ چکے ہیں۔"

فاطمہ آنکھوں میں ڈھیر سارا غصہ لیے بتا رہی تھی۔اس کے سرخ چہرے سے ایزابیلا اس کی چینی حکومت سے نفرت کا اندازہ کر سکتی تھی۔یہ سب سن کر ایک آگ کا لاوا ایزابیلا کو بھی اپنے اندر جنم لیتا محسوس ہوا۔

"یعنی چین اصل میں ایک اسلاموفوبیک ملک ہے۔مجھے آج تک سمجھ نہیں آیا فاطمہ،دنیا کو اسلام سے اتنی نفرت کیوں ہے۔دنیا کو دہشتگردی کا نام سنتے ہی مسلمان کیوں یاد آجاتے ہیں؟میں اگر اپنی زندگی کی بات کروں تو میرا تجربہ مسلمانوں کے ساتھ ہمیشہ اچھا رہا ہے۔میری بہت سی مسلم فرینڈز ہیں اور مجھے آج

www.novelsclubb.com

تک کبھی ان میں دہشتگردی کی جھول نہیں دکھی۔میں نے ہمیشہ ان کو محبت اور امن سے رہنے والا پایا ہے۔"ایزابیلا شکن زدہ ماتھا لیے بولی۔

"پتا نہیں ایزابیلا میڈم مگر میں نے جب سے اس دنیا میں آنکھ کھولی ہے تب سے سب کو اسلام کا دشمن ہی پایا ہے۔پتا نہیں سب کو ہم مسلمانوں سے کیا خطرہ ہے۔ "

وہ آسمان کی جانب دیکھتی بولی جیسے اس سوال کا جواب صرف اوپر سے ہی مل سکتا تھا ۔ساتھ چلتی ایزابیلا نے بھی اس کی نظروں کے تعاقب میں اوپر دیکھا تو چند پھول اس کے چہرے پر سے ہوتے نیچے کو جا گرے۔چیری بلاسم کے درخت ان پر دیوانہ وار پھولوں کی برسات کر رہے تھے۔وہ آج کچھ زیادہ ہی مہربان لگتے ہیں۔

www.novelsclubb.com

"کیا چیری بلاسم کے پھول علامتی ہوتے ہیں ایزابیلا میڈم؟" نظروں کا رخ ایزابیلا کی طرف پھیرتی وہ بولی تو ایزابیلا نے چونک کر اسے دیکھا۔پھر اپنی ہیٹ درست کی اور گال پر انگلی رکھ کر یاد کرتی بولی۔

"ہاں فاطمہ میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا یہ علامتی ہوتے ہیں۔ یہ زندگی اور موت، خوبصورتی اور تشدد دونوں کی علامت ہوتے ہیں۔ یہ پھول اکثر دو ہفتوں سے زیادہ نہیں زندہ رہ پاتے۔ ان کی مختصر عمر ہمیں ایک یاد دہانی کروانے آتی ہے کہ زندگی عارضی ہے۔ اس نے ایک مقررہ وقت کے بعد ختم ہو جانا ہے۔ اسی لیے جتنی ملے، اس کو گزارنے کے بجائے جی لینا چاہیے ان سفید اور گلابی پھولوں کی طرح۔" وہ مسکراتی ہوئی ان گلابی پھولوں کو دیکھتی بولی جو قدم قدم پر ان کے منتظر تھے۔ اپنے سکارف کا ہالہ درست کرتے ہوئے فاطمہ نے سمجھنے والے انداز میں ہلایا۔

www.novelsclubb.com

"خیر تم مجھے بتاؤ تم تو اپنے شوہر کے ساتھ مصر رہتی تھی نہ تو پھر چینی قید میں کیسے پہنچی؟"

اس سوال پر فاطمہ زخمی سا مسکرائی۔ایک دم سے قید کا وہ منظر اس کی آنکھوں کے سامنے فلم کی طرح چلنے لگا۔بہت سے لوگوں کی چیخ و پکار اور زنجیریں میں جکڑا اپنا وجود اس کی نگاہوں اور سماعتوں میں نقش ہونے لگا۔ مستقبل سے بے نیاز ماضی اپنی تصویر لیے ذہن میں چھانے لگا تو حال کو اپنا آپ اس کے مقابل کمزور دکھائی دیا۔

فاطمہ زرا سا کھنکھاری پھر زخمی لہجے میں بات کا آغاز کیا۔

"میری پیدائش سنجیانگ کے شہر کاشغر کی ہے ایزابیلا میڈم۔میں نے اپنی سکول سے لے کر کالج تک کی تعلیم چین کے ایک دوسرے شہر سے حاصل کی ہے۔پھر جب میں بیس سال کی ہوئی تو بیچلرز کی غرض سے سکولرشپ کے ذریعے مصر چلی گئی۔پڑھائی کے دوران میرے وہاں بہت سے دوست بنے جن میں سے ایک دوست نے مجھ میں دلچسپی ظاہر کی جس کا نتیجہ کچھ یوں نکلا کہ پڑھائی ختم ہوتے ہی ہم دونوں نے وہاں شادی کرلی۔چونکہ میری ساری فیملی سنجیانگ میں مقیم تھی

www.novelsclubb.com

اور تب بھی سنجیا نگ کے حالات کچھ اچھے نہیں تھے تو میرے والدین نے مجھے واپس چائنہ آنے سے منع کر دیا تبھی شادی کی تقریب ان کی غیر موجودگی میں ہمیں مصر میں ہی منعقد کرنی پڑی۔ شادی کے کئی سال میں اپنی فیملی سے صرف فون کے ذریعے ہی رابطے میں رہ سکی پھر ایک وقت آیا جب اللہ نے مجھے Triplets سے نوازا۔ اس کی اطلاع جب میرے والدین کو ملی تو ان سے رہا نہ گیا اور انہوں نے مجھے بچوں کو سنجیا نگ لانے کا کہا۔ وہ ان سے ملنا چاہتے تھے۔ ان کے بہت اصرار پر میں بھی انکار نہ کر سکی، آخر کو مجھے بھی ایک عرصہ ہو گیا تھا اپنی فیملی سے ملے ہوئے۔ پھر جب بچے تین ماہ کے ہوئے تو میں ان کو لے کر چائنہ کے لیے روانہ ہو گئی۔ میرے شوہر ویزا نہ لگنے کی وجہ سے ہمارے ساتھ نہیں جا سکے۔ اسی لیے مجھے بچوں کے ہمراہ اکیلے جانا پڑا۔ مجھے آج بھی یاد ہے انہوں نے مجھے اور بچوں کو ہنستے مسکراتے ائیر پورٹ پر سی آف کیا تھا۔ ان کے لیے اداس ہونے کے بجائے میں تب بہت خوش تھی آخر کو اتنے سالوں بعد اپنے والدین سے جو ملنے کو

www.novelsclubb.com

جارہی تھی۔سب کچھ بہت بہترین چل رہا تھا۔میں ایک خوبصورت صبح کی امید لے کر جہاز میں سوار ہوئی تھی مگر جیسے جیسے جہاز چائنہ کی حدود میں داخل ہوتا گیا، ماحول کی فضا میں تناو بڑھتا گیا۔میری اچھی صبح کی امید اسی لمحے ٹوٹ گئی جب سنجیانگ ائیر پورٹ پر مجھے چھوٹے بچوں سمیت روک لیا گیا۔صرف اسی بنا پر کہ میرا پاسپورٹ چائنہ کا تھا اور میرے بچوں کا مصر کا۔کاش میرا پاسپورٹ بھی مصر کا ہوتا، یہ وہ خواہش تھی جو اس وقت میں نے کی تھی ایزابیلا میڈم۔"فاطمہ سانس لینے کو رکی۔

"پھر کیا ہوا فاطمہ؟"ایزابیلا کو تجسس ہوا۔

www.novelsclubb.com

"پھر۔۔۔"فاطمہ اس کو دیکھتی اداسی سے مسکرائی۔لب بولنے کے لیے کھولے مگر وہ تھرتھرانے لگے۔ایزابیلا نے اس کے لبوں کی یہ جنبش بہت غور سے دیکھی

تھی۔کچھ ایسا تھا جو لبوں سے ادا ہونے میں تکلیف دے رہا تھا۔فاطمہ نے پھر بھی ہمت جوڑتے ہوئے بات کا تسلسل جوڑا۔

"پھر یہ ہوا ایزابیلا میڈم کہ میری سنجیانگ میں پیدائش اور مذہب کے اسلام ہونے پر ائیر پورٹ میں کھڑے کھڑے مجھے بلیک لسٹ کر دیا گیا۔میرے تین ماہ کے تینوں بچوں کو مجھ سے لے لیا گیا اور چار گھنٹے کی پوچھ گچھ کے بعد میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور چہرے پر سیاہ تھیلا پہنا دیا گیا۔میری آنکھوں کے آگے سب سیاہ ہونے کے بعد مجھے ایک قید میں لے جایا گیا جس کو دنیا چائنہ کے "ری ایجوکیشن کیمپس" کے نام سے جانتی ہے مگر حقیقت میں وہ کوئی تربیتی ادارے نہیں ہیں۔وہ حراستی کیمپس ہیں،ایغور مسلمانوں کے لیے قید خانے۔نام نہاد 'ری ایجوکیشن کیمپس' برین واشنگ،ٹارچر اور سزا کے کیمپس ہیں۔حکومت کو جب کوئی شہری اپنی آئیڈیالوجی کے خلاف جاتا دکھائی دیتا ہے تو وہ اس کو انہیں کیمپوں میں ڈال کر ان کی برین واشنگ کرتی ہے۔مگر یہ ان کیمپوں کی وہ تعریف ہے جو دنیا کو معلوم

www.novelsclubb.com

ہے، حقیقت اس کے بلکل بر عکس ہے۔ان کیمپوں میں کسی کو چینی حکومت کے خلاف ہونے پر نہیں ڈالا جاتا بلکہ ایغور مسلمانوں کی نسل کشی کے لیے ڈالا جاتا ہے۔ وہ تمام کیمپس ایغور مسلمانوں سے بھرے پڑے ہیں۔"

"چائنہ اتنے عرصے سے ایغور مسلمانوں کی نسل کشی کر رہا ہے۔

Which means Uyghur Muslims are the victims of Genocide.”

www.novelsclubb.com

ایزابیلا ٹرانس کی سی کیفیت میں بولی۔

"جی ایزابیلا میڈم چائنہ تاریخ کا بدترین ظلم کر رہا ہے مگر دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں نے اس کے اس سنگین جرم پر پردہ ڈالا ہوا ہے اور جانتی ہیں آپ سب سے زیادہ چائنہ کی پردہ پوشی کون سا ملک کرتا ہے؟" وہ بولی تو ایزابیلا نے سوالیہ انداز میں ابرو اچکائے۔

"پاکستان! جو ایک اسلامی ملک ہے اور خود کو چائنہ کا بیسٹ فرینڈ کہتا ہے۔اس ملک کے مسلمان حکمران ہر چیز سے باخبر ہیں مگر چائنہ کے ساتھ ریلیشنز بنانے کے چکر میں کچھ بھی اس کے خلاف نہیں بولتے۔اس اسلامی ملک کے ساتھ سے چائنہ کو بہت زیادہ کانفیڈینس ملا ہے جس کے نتیجے میں چائنہ نے گزشتہ کئی سالوں میں سنجیانگ میں آباد بہت سی مسجدوں، دینی مدارس اور ثقافتی مقامات کو "ڈی اسلامائز" کیا ہے۔"

www.novelsclubb.com

وہ اس ملک سے ڈھیروں شکوے لیے بول رہی تھی۔اس کی آنکھیں سرخ ہو رہیں تھیں، جیسے پاکستان ملک سے خفا بھی تھیں اور مایوس بھی۔ایزابیلا کو بھی اس ملک پر

افسوس ہوا۔وہ پاکستان کے بارے میں اتنا جانتی نہیں تھی مگر یہ نام اس نے تاریخ کی کتابوں میں پڑھ رکھا تھا۔اسے یاد تھا یہ وہ ملک ہے جو اسلام کے نام پر برصغیر سے آزاد ہوا تھا۔

"آپ جانتی ہیں ایزابیلا میڈم جب میں ان حراستی کیمپوں میں لے جائی گئی تو میں نے وہاں بہت سے ایغور مسلمانوں کو پاکستان اور ترکی کا نام لیتے سنا۔وہ جب بھی اللہ سے مدد کے لیے دعا کرتے تھے تو ان ملکوں کا نام ضرور لیتے تھے، کیونکہ تمام ممالک میں سے سب سے امید انہیں انہی دو ملکوں سے تھی۔ مگر وہ کہتے ہیں نہ ایزابیلا میڈم امیدیں تو بنتی ہی ٹوٹنے کے لیے ہیں سو،ایغور مسلمانوں کی امید بھی بہت جلد ہی ٹوٹ گئی۔"

www.novelsclubb.com

فاطمہ تلخی سے مسکراتے ہوئے گو تھی اور ایزابیلا خاموشی سے اسے سن رہی تھی۔

وہ دونوں اب پارک کا پل پار کر رہی تھیں جس کے نیچے سے ایک جھیل ہوتی

پارک کے آخری کونے تک جا رہی تھی۔ ہوا سے جھولتے چیری بلاسم کے درخت بہت پیچھے رہ گئے تھے۔

"ان کیمپوں میں اور کیا کیا ہوتا ہے فاطمہ؟"

"وہاں انسانیت کی شیطانیت برپا ہوتی ہے ایزابیلا میڈم۔ وہاں انسانی حقوق کی دھجیاں اڑائیں جاتی ہیں۔ وہاں ہر وہ کام عمل میں لایا جاتا جس کو سوچ کر بھی انسانی روح کانپ اٹھے اور اس بات کا اندازہ مجھے تب ہوا جب میرے بچوں کو مجھ سے چھین کر مجھے سلاخوں کے پیچھے ایک کمرے میں ڈال دیا گیا۔ وہ ایک بڑا سا کمرہ تھا جہاں بہت سی عورتیں قید تھیں۔ میں نے جب ان عورتوں کو دیکھا تو میری آنکھیں بے یقینی سے پھیل گئیں۔ وہ عورتیں قیدیوں کے نیلے لباس میں ملبوس تھیں۔ ان کے جھلسے ہوئے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں۔ ان کے چہروں پر بے شمار زخم تھے۔ ان کے بازوؤں پر انجیکشن کے کئی سوراخ تھے اور بدن گندے میلے

تھے جن سے بدبو کے بھبھوکے اٹھ رہے تھے۔سب سے حیران کن چیز ان کے سر تھے جہاں بالوں کا نام و نشان تک نہیں تھا۔کچھ دیر گزری تو وہاں کی انتظامیہ نے مجھے بھی انہی عورتوں کے حلیہ میں ڈھال دیا۔میرا سر بھی انہی کی طرح شیو کر دیا۔ پھر مجھے سوالات کے لیے تفتیشی کمروں میں لے جایا گیا اور کسی سوال پر کوئی مزاحمت کرنے پر میرے ہاتھوں کو ایک مشین میں ڈال دیا گیا جس کے اندر بہت سی ہیٹ تھی ایسے کہ اس کے اندر آگ کے کوئلے رکھے ہوں۔

پھر بس دن گزرتے گئے اور یہ روز کا معمول بنتا گیا۔وہ روز مجھے تفتیشی کمروں میں لے جاتے، مجھ سے سوالات کرتے، میں روز ان سے اپنے بچوں کے بارے میں پوچھتی اور اس بات پر وہ روز مجھے تشدد کا نشانہ بناتے۔اپنے چھوٹے بچوں کے بغیر رہنا ایک ماں کے لیے کتنا اذیت ناک ہو سکتا ہے آپ اس بات کا اندازہ بھی نہیں کر سکتیں ایزابیلا میڈم۔" وہ بھیگی آنکھیں لیے خود ترسی کے عالم میں بول رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

ایزابیلا کو اس لڑکی پر بہت ترس آیا۔ آنسوؤں کا ایک پھندا اس کے بھی گلے میں رونما ہونے لگا۔

"اور یہ صرف میرا حال نہیں تھا بلکہ مجھ جیسی بیشتر ماؤں کے بچے چینی حکومت نے ایسے ہی اپنی تحویل میں لے رکھے تھے اور ممتا کی اذیتوں کی یہ داستان یہاں ختم نہیں ہوتی ایزابیلا میڈم۔ یہ بہت طویل ہے جس کو شاید میں الفاظوں میں بتا بھی نہ سکوں۔ مگر آپ کو اتنا ضرور بتاتی چلوں کہ ان کیمپس کی انتظامیہ روز کی بنیاد پر وہاں کی تمام عورتوں کو ایک مائع اور چند دوائیاں دیتی تھی جو عورتوں کی بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت ختم کرنے کے لیے استعمال ہوتی تھیں اور یہ قید کے دوران سب سے بدترین ظلم تھا۔ ہم ایغور مسلمانوں کی نسل کشی کرنے کے لیے چینی حکومت کا سب سے بدتر ہتھکنڈا۔"

www.novelsclubb.com

"کوئی اتنا بھی گر سکتا ہے فاطمہ میں نے کبھی سوچا نہیں تھا۔" ایزابیلا گیلی سانس اندر کھینچتی بولی۔ جھیل کے اوپر گزرتا وہ پل اب بالآخر ختم ہو چکا تھا۔ وہ دونوں اب واپس سبزے پر آ چکی تھیں۔

"اس سے بھی زیادہ گر سکتا ہے ایزابیلا میڈم۔ قید کا وہ ظلم ہر ایغور عورت کے لیے بہت تکلیف دہ ہوتا ہے۔ جب میں وہاں تھی تو روز رات کو سیاہ سوٹوں میں کچھ لوگ آتے تھے اور کچھ لڑکیوں کو زبردستی اٹھا کر لے جاتے تھے۔ ان میں سے کچھ واپس نہیں آتی تھیں اور جو آتی تھیں وہ جنسی زیادتی کا نشانہ بن کر آتی تھیں جن میں میرا بھی شمار ہوتا ہے۔ اور عورت تو عورت وہاں کے مرد قیدیوں کا بھی ہم جیسا ہی حال تھا۔ وہاں روز ہم سب کو کھانے کے نام پر شراب اور سور کا گوشت دیا جاتا تھا جس کو کھانا ہم پر لازم تھا۔ اس کو کھانے کے بعد ہم سب اپنے حواس کھو بیٹھتے تھے۔ بہت سے لوگ تو قید میں اسی غذا کے باعث ہی مر گئے۔ وہاں ہم ایغوروں کو ایغور زبان بولنے پر بھی پابندی تھی۔ اس پابندی کی پامالی پر ہمیں بجلی کے کرنٹ

www.novelsclubb.com

سے جھٹکے دیے جاتے تھے۔ ہمیں چائنیز زبان بولنے کے لیے مجبور کیا جاتا تھا۔" وہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولتے بولتے خاموش ہوئی تو ایزابیلا نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اس کو تسلی دی۔

"میں اس سب کی شدید مذمت کرتی ہوں فاطمہ۔ مجھے بہت افسوس ہے تم سب کے لیے۔ چینی حکومت نے حد درجے کی زیادتی کی ہے پوری ایغور قوم کے ساتھ ۔ مگر میں یہ جاننا چاہتی ہوں تم اس قید سے فرار کیسے ہوئی؟ اور تمہارے بچے؟ کیا تمہاری ان سے دوبارہ ملاقات ہوئی؟"

www.novelsclubb.com

"جی ہوئی تھی ان سے ملاقات مگر میں وہاں سے فرار نہیں ہوئی تھی ایزابیلا میڈم۔ چینی حکومت کو مجھے خود ہی مصر واپس بھیجنا پڑا۔"

"کیسے ؟" وہ دونوں نرم گھاس پر التی پالتی کیے بیٹھی تھیں جب ایزابیلا نے اس سے یہ سوال پوچھا۔ یہ سوال فاطمہ کے اندر بہت سے پرانے زخم دوبارہ تازہ کر گیا تھا۔ وہ نہ بھی کچھ بتاتی تب بھی اس کے چہرے پر پھیلے زخمی تاثرات سب بتا رہے تھے۔

"میرے شوہر کی وجہ سے۔۔۔

میری قید کو جب ایک سال مکمل ہونے کو آیا تو ایک دن میرا نیلا یونیفارم اتار کر مجھے نارنجی یونیفارم پہنا دیا گیا۔ جس کو پہنتے ہی میں سمجھ گئی کہ اب مجھے پھانسی کے لیے تیار کیا جا رہا ہے۔ پولیس آفیسرز نے مجھے دہشتگرد کہتے ہوئے موت کے تین آپشنز دیے۔ ایک یہ کہ میں گولی کھالوں اور ایک ہی دفعہ مر جاوں۔ اور یہ سب سے آسان موت تھی مگر مہنگی بھی۔ اس گولی کے لیے مجھے مرنے سے پہلے ہی ایک بھاری رقم حکومت کو ادا کرنی ہو گی چونکہ وہ گولی جس رائفل سے ماری جائے گی وہ بہت مہنگی تھی۔ دوسرا آپشن یہ تھا کہ میں حکومت کو اپنے جسم کے سارے اعضاء

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نکالنے دوں اور کسی ہسپتال میں ڈونیٹ کرنے دوں جبکہ تیسرا آپشن تھا زہریلی دوائیوں کا۔ جس کو کھانے کا مطلب تھا تڑپ تڑپ کر مرنا۔ وہ لوگ مجھ سے میری موت چنوا رہے تھے مگر انہیں نہیں معلوم تھا موت کبھی بھی کسی کی مرضی کی نہیں دی جاتی' وہ رب دیتا ہے اپنی مرضی کی بھی اور اپنی مرضی سے بھی کیونکہ وہی زندگی اور موت کا مالک ہے اور رب کو اس وقت میرا جینا منظور تھا اسی لیے دیٹھ پلینٹی کے وقت ہی میری موت روک دی گئی۔ کچھ پولیس آفیسرز اسی وقت کمپ میں داخل ہوئے اور میری ہتھکڑیاں کھول کر مجھے اپنے ساتھ تھانے لے گئے ۔ وہاں داخل ہوتے ہی بہت سے مصری ایمبیسی کے لوگوں کے ہمراہ مجھے اپنا شوہر دکھا۔ وہ مجھے لینے آیا تھا۔ یہ وہ منظر تھا جس کی میں ایک سال تک راہ تکتی رہی تھی۔ موت کے منہ سے نکل کر اپنے شوہر کو اتنے عرصے بعد دیکھنا میرے لیے ایک بہت بڑا معجزہ تھا ایزابیلا میڈم۔" اس نے نم آنکھوں اور مسکراتے لبوں سے اپنے

www.novelsclubb.com

اور اپنے شوہر کے ملاپ کا بتایا تو ایزابیلا نے بالآخر ایک سکون کا سانس لیا۔ شکر فاطمہ اپنے شوہر سے دوبارہ مل پائی۔

"اور تمہارے بچے فاطمہ ؟" ایزابیلا کو رہ رہ کر بچوں کا خیال آ رہا تھا۔

"وہ بھی ملے تھے۔"

فاطمہ نرم گھاس کو ہاتھوں سے توڑتے ہوئے مدھم سا بولی پھر زرا توقف لیا۔

"وہ بھی ملے تھے ایزابیلا میڈم۔ ایمبیسی کے زور پر چینی حکومت کو مجھے رہا تو کرنا پڑا مگر جب ان سے ہم نے بچے واپس مانگے تو پہلے تو انہوں نے کسی بھی بچے کا اپنی تحویل میں ہونے سے انکار کر دیا۔ مگر پھر ایمبیسی کے دوبارہ پریشر ڈالنے پر وہ مجھے اور میرے شوہر کو ایک ہسپتال لے گئے۔ وہاں پر ہم نے اپنے دو بچوں کو دیکھا۔ وہ بہت ہی بری حالت میں تھے۔ ان کا جسم کمزوری کے باعث سکڑا ہوا تھا۔ ان کی گردن سے لے کر سر تک ٹانکے لگے ہوئے تھے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر ہم نے پولیس آفیسرز سے ان ٹانکوں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میرے بچے

بیچ میں بیمار ہو گئے تھے۔اسی لئے ڈاکٹرز نے میرے بچوں کی سرجری کی تھی اور یہ ٹانکے اسی کی وجہ سے لگائے گئے ہیں۔

خدا انہیں پوچھے ایزابیلا میڈم، سوا سال کے بچوں کی سرجری کون کرتا ہے؟ کوئی اتنا سفاک کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا وہ اولاد کی تکلیف نہیں سمجھتے؟ کیا ان کے اپنے بچے نہیں تھے؟ کیا ان کا دل نہیں کانپا میرے چھوٹے چھوٹے بچوں کو تکلیف دے کر ؟"وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ایزابیلا نے ڈوبتے دل کے ساتھ اس کے ہاتھوں کو نرمی سے سہلایا گو کہ جیسے تسلی دینے کے لیے الفاظ نہ مل رہے ہوں۔

"تمہارا تیسرا بچہ فاطمہ؟ تم نے اس کا ذکر نہیں کیا؟"

"اس کا ذکر تب کرتی جب وہ ہمیں ملتا۔ ہمیں صرف ہمارے دو بچے واپس کیے گئے تھے، تیسرا نہیں ملا۔پولیس کے مطابق ہمارا تیسرا بچہ بہت پہلے ہی مر چکا تھا۔یہ وہ خبر تھی ایزابیلا میڈم جس کو سننے کے بعد قید سے آزادی کی میری ساری خوشی ہوا

میں تحلیل ہو گئی۔ میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ میرا بچہ مرا نہیں تھا، وہ مارا گیا تھا۔ چینی حکومت نے اس کو مار ڈالا تھا۔ پتا نہیں ان ظالموں نے میرے بچے کو کیسے مارا ہو گا۔ اس کو قبر بھی دی ہو گی یا نہیں۔ کاش قسمت مجھے پہلے رہا کر دیتی تو میں اپنے بچے کی آخری رسومات تو ادا کر لیتی۔" فاطمہ روتے ہوئے اس وقت ایک اجڑی ہوئی ماں لگ رہی تھی۔ اس کو دیکھتے ہوئے ایزابیلا نے کئی آنسو اپنے اندر اتارے۔ فاطمہ کی کہانی اس نے لکھنے کے لیے سننا شروع کی تھی مگر اب اسے لگ رہا تھا کہ اس اذیت ناک کہانی کو قلم بند کرنا اس کے بس کی بات نہیں رہی۔

www.novelsclubb.com

"کیا پتا فاطمہ وہ زندہ ہو اور پولیس نے تم سے جھوٹ بولا ہو؟"

"اگر وہ زندہ بھی ہوا ایزابیلا میڈم تو تب بھی وہ مر چکا ہے۔ کم از کم میرے لیے وہ مر چکا ہے کیونکہ وہ میرے پاس نہیں ہے۔ اور اگر وہ زندہ ہوا بھی تو وہ ایغور مسلمان نہیں رہا ہو گا۔ چینی حکومت اس کو خالص چائنیز ہونے کی شناخت اب تک دے چکی ہو گی۔ اس کو حکومت اپنے ایجنڈے کے لیے پال رہی ہو گی اور اسی لیے میں اس کو اپنے لیے مرا ہوا ہی تصور کرتی ہوں ایزابیلا میڈم۔" وہ مردہ لہجے میں مخاطب تھی۔

"مجھے اس کے لیے افسوس ہے مگر مجھے خوشی ہے تم اپنے شوہر اور باقی دو بچوں سے مل پائی۔"

www.novelsclubb.com

ایزابیلا بولی تو رنجیدہ تاثرات والی فاطمہ نے سر کو اثبات میں جنبش دی۔

"شکر ہے اس رب کا کہ اس نے میرے باقی دو بچے مجھے واپس عطا کر دیے۔ مجھے میرے شوہر سے بھی ملنے دیا چاہے تھوڑے وقت کے لیے ہی کیوں نہ سہی۔" اس بات پر ایزابیلا نے چونک کر اس کو دیکھا۔

"تھوڑے وقت کے لیے؟

"جی تھوڑے وقت کے لیے۔ جب لاتعداد کوششوں کے بعد ہم مصر جانے میں کامیاب ہو گئے تو وہاں کی پولیس میرے شوہر کے پیچھے پڑھ گئی۔ چائنیز ایمبیسی نے میرے شوہر پر چین سے ایک دہشتگرد کو فرار کروانے کا الزام لگایا تھا۔ چونکہ چین اور مصر کے تعلقات اس وقت کافی اچھے تھے تبھی مصری پولیس نے بغیر تصدیق کے میرے شوہر کو گرفتار کر لیا۔ یہاں ان کی گرفتاری ہوئی تھی اور وہاں مجھے سنجیانگ سے اپنے والدین کی کالز آنے لگ گئیں۔ وہ مجھے دوبارہ واپس آنے کا کہہ رہے تھے۔ مجھے یہ سن کر پہلے بہت حیرت ہوئی کہ وہ اتنا کچھ ہونے کے بعد بھی مجھے واپس بلا رہے ہیں مگر کچھ دنوں بعد مجھے پتا چلا کہ میرے چائنہ سے آنے کے

www.novelsclubb.com

بعد چینی حکومت نے میرے والدین سمیت خاندان کے ستائیس لوگوں کو اغواء کر لیا تھا اور وہ کالز مجھے میرے والدین کیمس کی انتظامیہ کے پریشر میں آکر کر رہے تھے۔"

"کیا پتا تمہارے والدین تمہیں خود سے بلا رہے ہوں فاطمہ۔"

یہ سنتے ہی فاطمہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"وہ مجھے خود سے نہیں بلا رہے تھے ایزابیلا میڈم۔ وہ جب بھی کال کرتے تھے ایک ہی بات دہراتے تھے کہ:

فاطمہ تم ہمارے بارے میں مت سوچو۔ تم بس واپس آجاو جب تمہارے بچے بڑے ہو جائیں۔

www.novelsclubb.com

ان کے ان الفاظوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے وہ مجھے واپس نہیں بلا رہے تھے۔ وہ مجھے کہہ رہے تھے جب تمہارے بچے بڑے ہو جائیں تب واپس آ جانا اور ہمارے بارے میں فکر مت کرو جس کا صاف صاف یہ مطلب تھا کہ یہ کال حراستی کیمپوں کی انتظامیہ نے ان سے کروائی تھی چونکہ کال کا سارا ڈیٹا انتظامیہ کے پاس جاتا تھا تبھی وہ مجھے صاف صاف لفظوں میں منع نہیں کر پا رہے تھے۔ حراستی کمپس کی انتظامیہ مجھے ہر حال میں مصر سے واپس سنجیانگ بلا کر قتل کرنا چاہتی تھی۔"

"پھر تم نیویارک کیسے پہنچی فاطمہ اگر تم مصر میں تھی؟"

ایزابیلا نے تعجب سے پوچھا۔

www.novelsclubb.com

"میں مصر میں بھی محفوظ نہیں تھی ایزابیلا میڈم۔مجھے اپنے بچوں کے لیے ایک محفوظ پناہ گاہ چاہیے تھی۔اسی لیے میں نے بہت سے ملکوں کی ایمبیسیوں سے رابطے کیے کہ وہ مجھے اپنے ملک میں پناہ دے دیں مگر ترکی سمیت ہر جگہ سے میری درخواست کو رد کیا گیا۔پھر میں نے جب امریکن ایمبیسی سے رابطہ کیا تو اللہ کی مہربانی سے نیویارک کے ایک پناہ گزین سینٹر نے میری درخواست منظور کر لی اور پھر میں اپنے بچوں کو لے کر یہاں شفٹ ہو گئی۔ابتدا میں اس فاونڈیشن نے میری بہت مدد کی تھی مگر پھر کچھ عرصہ گزرا تو میں نے اپنی صلاحیتوں کے مطابق چھوٹی چھوٹی نوکریاں کرنا شروع کر دیں اور آج میں مختلف پارٹ ٹائم جابز کر کے اپنے بچے پالتی ہوں۔" چہرے کو ہاتھوں سے خشک کرتی وہ مسکراتی ہوئی بولی تو ایزابیلا بھی سوگواریت سے مسکرا دی۔فاطمہ بالآخر آج ایک محفوظ مقام پر موجود تھی۔یہ سوچ ایزابیلا کو پر سکون کرنے کے لیے کافی تھی۔

www.novelsclubb.com

"اور تمہارا شوہر؟ کیا تمہارا اس سے دوبارہ رابطہ ہوا؟"

"نہیں ایزابیلا میڈم۔ میرا ان سے پھر کبھی رابطہ نہیں ہوا۔ ان کی فیملی کے مطابق وہ زندہ ہیں مگر آج تک مصری پولیس کی حراست میں ہیں اور میرا ان سے رابطہ ان کو کسی بھی خطرے میں ڈال سکتا ہے۔"

"مجھے یقین ہے تم ایک دن اپنے شوہر سے ضرور ملو گی فاطمہ۔" کہتے ساتھ ہی ایزابیلا ہاتھ جھاڑتی نرم سے گھاس سے اٹھ گئی۔ پھر ایک ہاتھ فاطمہ کی طرف بڑھایا تو وہ بھی اس کو تھامتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ ماحول کی فضا جو اتنی دیر سے افسردہ تھی، اب سنبھلتی جا رہی تھی، فاطمہ کی کہانی کو سٹوپ جو لگ گیا تھا۔

"میں امید کرتی ہوں ایزابیلا میڈم میری قید آپ کے قلم کے لیے مددگار ثابت ہوئی ہو گی۔ میری آپ سے بس ایک گزارش ہے، پلیز اپنی کتاب میں پر معصوم ایغور کے لیے ضرور لکھئیے گا۔" وہ ایک آس سے بولی تو ایزابیلا مسکرا دی۔

"میں ضرور لکھوں گی اور ویسے بھی یہ سب میرے علم میں آجانے کے بعد اب' ایغوروں کا میرے قلم پر حق بنتا ہے۔ اور بہت شکریہ تمہارے وقت اور تمہاری کہانی کا۔ میں تہہ دل سے تمہاری مشکور ہوں۔" وہ فاطمہ کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دباتی نرمی سے کہہ رہی تھی۔

"مجھے خوشی ہوئی میں آپ کے لیے اور جیک صاحب کے لیے کچھ کر سکی۔" اس نے جیک کا نام لیا تو ایزابیلا نے ایک ہاتھ سر پر رکھا جیسے خود کو ہلکی سی چپیت ماری ہو۔

www.novelsclubb.com

"اوپس، جیک کو تو میں بلکل بھول ہی گئی تھی۔ پتا نہیں وہ کہاں مارا مارا پھر رہا ہو گا۔ خیر فاطمہ ایک دفعہ پھر تمہارا بہت شکریہ۔ تم اب چاہو تو جا سکتی ہو ورنہ پارک میں انجوائے کرو۔ میں جا رہی ہوں جیک کو ڈھونڈنے۔" وہ اس سے مصافحے کرتے جلدی جلدی میں بولی پھر الٹے پیر پیچھے کو لپکی۔ فاطمہ مسکراتے ہوئے اسے جاتا دیکھتی رہی پھر جیسے ہی وہ چند درختوں کی اوٹ میں غائب ہوئی تو فاطمہ نے بھی اپنے قدموں کا رخ پارک کے عقبی گیٹ کی جانب کر دیا۔ ایزابیلا تو جا چکی تھی اب اس کی باری تھی اپنے مسکن کو واپس جانے کی۔ وہ دونوں اپنی طرف سے تو قید کا ایک باب بند کر کے جا رہی تھیں مگر انہیں کیا خبر یہاں سے تھوڑے فاصلے پر نصب چیری بلاسم کے درخت ان کی ملاقات کو صدیوں یاد رکھنے والے تھے۔ عارضی چیری بلاسم کے پھول ایغور مسلمانوں کی داستان مستقل طور پر اپنے اندر محفوظ رکھنے والے تھے۔

www.novelsclubb.com

☆☆☆☆☆☆☆☆

باب نمبر:4

"ملکِ شام"

”Syrian Civil War Crisis“

www.novelsclubb.com

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں

کچھ بھی پیغامِ محمد کا تمہیں پاس نہیں

www.novelsclubb.com

جا کے ہوتے ہیں مساجد میں صف آرا تو غریب

زحمتِ روزہ جو کرتے ہیں گوارا تو غریب

نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا تو غریب

پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا تو غریب

اُمرا نشۂ دولت میں ہیں غافل ہم سے

زندہ ہے ملتِ بیضا غُربا کے دم سے

واعظِ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی

برق طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی

www.novelsclubb.com

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی

فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے

یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود

ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود

یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

www.novelsclubb.com

یوں تو سیّد بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو

تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو؟

"ایک اور لفظ نہیں۔۔۔ایک بھی اور لفظ نہیں اب ماں!"

وہ چیختی ہوئی مسلسل سر نفی میں ہلا رہی تھی۔

"المیرا میری بیٹی صبر کرو۔" اڈھیڑ عمر عورت بار بار اپنے آنسوں پونچھتی اسے کہہ رہی تھی۔ مگر وہ آج اس کی سننے کو بلکل تیار نہ تھی۔ایک خستہ حال جھونپڑی میں وہ دونوں اس وقت آمنے سامنے کھڑی تھیں۔ جھونپڑی کے فرش پر ایک نو عمر بچے کی لاش پڑی تھی جو ان دونوں کے درمیان حائل تھی۔ہر گزرتے پل کے ساتھ اس پر مکھیاں بیٹھ رہی تھیں۔

www.novelsclubb.com

"آج نہیں ماں، آج المیرا صبر نہیں کرے گی۔ آج المیرا تمہاری نہیں سنے گی۔ آج المیرا کو بولنے دو ماں۔" وہ گلا پھاڑ کر مسلسل چیخ رہی تھی۔ آنکھیں ضبط سے لال اور کناروں سے گیلی ہو رہیں تھیں۔

"میری بیٹی صبر کرو۔ اللہ اس کا بدلہ ضرور لے گا۔" سکارف والی عورت بار بار اس کو بہلا رہی تھی جب کہ اس کا اپنا دل کرچی کرچی ہوا ملکِ شام کی اس جھونپڑی میں بکھرا پڑا تھا۔ اس کا بیٹا اس کی آنکھوں کے سامنے مردہ سویا ہوا تھا اور اس کی بیٹی اپنے بھائی کے غم سے پاگل ہو رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"نہیں ماں آج یہ باتیں نہیں چلیں گی۔ آج میں تمہاری صبر کی تلقین نہیں سنوں گی۔ میرا باپ جب ائیر سٹرائیک کا نشانہ بن کر شہید ہوا تھا تب بھی تم نے مجھے یہی کا تھا۔ مگر آج نہیں۔۔۔

(ساتھ ہی اپنے بھائی کی مردہ لاش کو دیکھا جس سے اب بدبو بھی آنے لگی تھی۔)

"آج ہر گز نہیں ماں۔ آج میرا اور تمہارا خضر مر گیا ہے ماں۔ آج مجھے صبر کرنے کا مت کہنا۔ آج مجھے چیخنے دو ماں آج مجھے چیخنے دو۔ پورے شام میں میری چیخیں گونجنے دو۔ سب کو پتا چلے المیرا کا خضر آج بھوک سے مر گیا۔ سب کو پتا چلے المیرا کا خضر مسلم ریاستوں کی بے حسی کی وجہ سے مر گیا۔"

وہ نیچے بیٹھی اپنے بھائی کی نو عمر لاش کو دیکھ کر بلک بلک کر رو رہی تھی۔ ماں بھی آہستگی سے اس ساتھ ٹھنڈے فرش پر آ بیٹھیں۔ ہاتھوں کا پیالہ بنائے لبوں کو ڈھانپ کر وہ بار بار اپنے آنسوؤں کا گلہ گھونٹ رہی تھیں۔

"میری بچی میری المیرا چپ کر جاو۔ میرے سے زیادہ دکھ نہیں ہو سکتا تمہارا۔ میں نے اپنا لخت جگر کھویا ہے۔" ماں اپنے سینے پر ہاتھ رکھے بول رہی تھیں جیسے دل کی تکلیف روکنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ مگر المیرا نہ ان کو دیکھ رہی تھی اور نہ ہی سن رہی تھی۔ وہ اپنے بھائی کے مردہ چہرے کو چومتی اس سے باتیں کر رہی تھی۔

"کاش مجھے معلوم ہوتا خضر کہ تم مرنے والے ہو۔کاش مجھے پتا ہوتا تو میں تمہارے لیے حکومت سے لڑ کر کھانا لے آتی۔مجھے خود کو باہر ہوتی بمباری سے بھی گزارا پڑتا تو میں گزر جاتی مگر کسی حال میں بھی تمہارے لیے کھانا لے آتی۔میں تمہیں کبھی بھوک کی مار نہ مرنے دیتی۔آہ خضر۔آہ میرے بھائی تم مر گئے اپنی بہن کو جیتے جی مار کر۔مگر میں زیادہ دیر تک تمہارے بغیر اس دنیا میں نہیں رہوں گی۔میں بھی جلد تمہارے پاس آجاوں گی۔حکومت ویسے بھی جلد ہی مجھے بھوک یا بمباری سے مار دے گی۔میں جلد تمہارے پاس آنے والی ہوں خضر۔میں آجاوں گی خضر۔ میرے دل کے ٹکڑے تمہاری آپا تم سے دور نہیں رہ سکتی وہ بہت جلد تمہارے ساتھ ہو گی۔مگر آہ خضر قسمت کو ہمیں ساتھ مارنا چاہیے تھا۔قسمت کو مجھ پر رحم کرنا چاہیے تھا۔میرے ساتھ بہت غلط ہوا ہے۔"اپنا سر دیوانہ وار پیٹتی وہ زور زور سے رو رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"المیرا میری بچی ایسا نہیں ہو گا۔ تم دیکھنا ساری دنیا کے مسلمان جلد مل کر شام میں چلتی اس خانہ جنگی کو روک دیں گے۔ وہ جلد ہماری مدد کریں گے۔ تم صبر رکھو میری بچی۔ تم بس خضر کے لیے دعا کرو رب سے۔"

ماں نے اپنے لرزتے ہاتھ اس کے سر پر رکھے تو وہ اسی پل ساکت ہو گئی۔ گویا جیسے آنسو اس لمس پر جم گئے ہوں، سانس اس بات پر ساکن ہو گئی ہو۔ اس نے ٹرانس کی سی کیفیت میں سر اٹھایا اور شاکی نظروں سے ماں کو دیکھا۔ پھر دھیرے دھیرے سر کو نفی میں ہلایا۔

"تم مجھے دوبارہ سے یہ امید کیسے تھما سکتی ہو ماں۔ تمہارا دل نے کانپتا مجھے ان مسلمانوں کی مدد کی جھوٹی آس دلاتے ہوئے جو میرے ملک شام میں روز لڑتے ہیں مگر اپنے مفادات کے لیے، شام کے لیے نہیں۔" وہ بے یقینی سے ماں کو دیکھتی بولی۔ وہ ابھی بھی ان خود غرض اور مفاد پرست مسلمانوں سے امید لگائے بیٹھی تھیں۔ کیا ماں تھکتی نہیں تھیں؟

www.novelsclubb.com

"ایسا نہیں ہے المیرا۔ وہ ہمارے اپنے۔۔۔

"نہیں ہیں وہ ہمارے اپنے۔ وہ ہمارے اپنے ہو ہی نہیں سکتے ماں۔

وہ مطلب پرست قومیں ہیں۔ وہ بے سفاک قومیں ہیں جنہوں نے مغربی دنیا سے اپنے ضمیروں کا سودا کر رکھا ہے۔ وہ ہم پر کیے ہر ظلم کی ذمے دار قومیں ہیں۔ ان کی وجہ سے آج ہمارا ملک، ہمارا گھر، ہمارا دیا جل رہا ہے۔ میرے نزدیک وہ دنیا کی سب سے بے غیرت قومیں ہیں ماں۔ سب سے بے غیرت۔" وہ ایک دم سے جوش میں آکر پھنکاری تھی۔ ماں بت بنی بیٹھیں' بہتے آنسوؤں کے ساتھ اپنی بیٹی کا ماتم دیکھتیں رہیں جیسے اب بولنے کو کچھ بچا ہی نہیں تھا ان کے پاس۔

"میرا خضر مار دیا ان سب نے ماں۔ پورے شام پر خوراک کی قلت پھیلا کر میرے بھائی کو کھا گئے یہ سب۔ ان کو اللہ پوچھے گا ماں ان کو اللہ پوچھے گا۔ تم دیکھنا ماں ان بے حس قوموں کو میرا رب آسانی سے معاف نہیں کرے گا۔ ان کو روز محشر میرے بھائی کی موت کا حساب دینا ہو گا۔ ان کو ان تمام بچوں کا حساب دینا ہو گا جو ان کی مفاد پرستی میں بے گناہ مارے گئے۔ یہ قومیں بہت نقصان اٹھانے والی ہیں آخرت کے دن ماں۔ میں ان کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔ میری آہیں لگے گیں ان کو۔" یہ کہتے ساتھ ہی اس نے ماں کے سینے میں سر چھپا دیا اور سسکیاں لے کر رونے لگی۔ ماں نے بیٹی کو دلاسہ دینے کے لیے اس کی کمر سہلائی۔ مگر کوئی اثر نہ ہوا ۔ وہ کئی لمحے ایسے ہی روتی رہی پھر چند دیر بعد سر اٹھا کر شکوہ کناہ نظروں سے ماں کو دیکھا جس کے اپنے رخسار گرم آنسوؤں سے گیلے تھے۔

www.novelsclubb.com

"تم نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا ماں۔ تم نے ہمیشہ اس دور کے مسلمانوں کو اچھا بنا کر میرے سامنے پیش کیا ہے۔ تم کاش ایسا نہ کرتی۔ میں نے تمہاری باتوں کی وجہ سے موجودہ دور کے مسلمانوں سے نبی ﷺ کے دور کے مسلمانوں کی سی امید لگائی تھی جو آج بہت بے دردی سے ٹوٹی ہے۔ تمہیں میرے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا ماں۔ کاش تم مجھے بتاتی کہ آج کے مسلمان نبی ﷺ کے دور کے مسلمانوں سے بلکل مختلف ہیں۔ کاش تم مجھے بتاتی کہ آج کے مسلمان نبی ﷺ کے دور کے مسلمانوں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہیں۔ کاش تم مجھے یہ سب بتاتی ماں تو میں آج کے مسلمانوں سے وہ امیدیں نہ لگاتی جو نبی ﷺ کے دور کے لوگ تب کے مسلمانوں سے لگاتے تھے۔ جو اُس دور کے بھوکے عمر بن خطاب رضہ سے لگاتے تھے۔ جو اُس دور کے غلام ابو بکر صدیق رضہ سے لگاتے تھے۔ کاش تم مجھے بتاتی ماں کہ صرف اصلی صلاح الدین ایوبی ہی فلسطین جیسی ریاستوں کو آزاد کروا سکتا ہے، نہ کہ ان کو زبانی کلامی اپنا آئیڈیل ماننے والے موجودہ دور کے مسلمان۔

www.novelsclubb.com

تمہیں یہ سب مجھے بتانا چاہیے تھا ماں۔ تمہیں مجھے بتانا چاہئے تھا کہ خالد بن ولید رضہ کی شمشیر موجودہ دور کے مسلمانوں کے پاس نہیں ہے۔ موجودہ دور کے مسلمان اپنے مفادات کے لیے جنگیں لڑتے ہیں نہ کہ خالد بن ولید رضہ کی طرح دنیا میں انصاف قائم کرنے کی نیت سے۔ یہ سب تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا ماں۔ کیوں تم نے اپنی المیرا کو یہ نہیں بتایا کہ شام کا دروازہ خیبر کے دروازے کی طرح ایک ہاتھ پر نہیں اٹھایا جا سکتا۔ کیوں تم نے مجھے نہیں بتایا کہ حضرت علی رضہ کا سا ایمان اب موجودہ دور میں کسی دل میں نہیں رہا۔ ان جیسی ہمت اب کسی ہاتھ میں نہیں رہی۔ ان جیسی دلیری اب کسی نفس میں نہیں رہی۔ تم نے مجھے ان میں سے کچھ بھی نہیں بتایا ماں۔ تم نے ہمیشہ مجھے موجودہ دور کے کمزور ایمان والے مسلمانوں سے پکی امیدیں لگانے دیں اور دیکھو آج وہ کتنی بے رحمی سے ٹوٹی ہیں۔ دیکھو نہ ماں آج سب ختم ہو گیا ہے۔ میری امیدیں، میرا بھائی، اور تمہاری بیٹی سب ساتھ ختم ہو گیا ہے ماں سب ختم ہو گیا ہے۔"

www.novelsclubb.com

وہ ہچکیاں لیتی ماں کے گریبان پر آنسوؤں کی بوچھاڑ کر رہی تھی اور ماں مردہ تاثرات کے ساتھ ایک ہی سوچ لیے خضر کی لاش کو دیکھ رہیں تھیں۔ان کے دماغ میں ایک ہی فقرہ چل رہا تھا:

"کیا ملک میں خانہ جنگی کے باعث خضر کو قبر بھی نصیب ہو پائے گی یا بیشتر مسلمانوں کی طرح وہ بغیر جنازے کے ہی مرے گا؟"

www.novelsclubb.com

صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا کس نے

نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا کس نے

میرے کعبے کو جبینوں سے بسایا کس نے

میرے قرآن کو سینوں سے لگایا کس نے

تھے تو آباوہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو؟

ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو

کیا کہا بہرِ مسلماں ہے فقط وعدۂ حور

شکوہ بے جا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور

عدل ہے فاطرِ ہستی کا ازل سے دستور

مسلم آئیں ہوا کافر تو ملے حور و قصور

تم میں حوروں کا کوئی چاہنے والا ہی نہیں

www.novelsclubb.com

جلوۂ طور تو موجود ہے موسیٰ ہی نہیں

منفعت ایک ہے اس قوم کا نقصان بھی ایک

ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک

حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک

کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

www.novelsclubb.com

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں

کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

کون ہے تارکِ آئینِ رسولِ مختار

مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار

کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعارِ اغیار

ہو گئی کس کی نگہ طرزِ سلف سے بے زار

www.novelsclubb.com

☆☆☆☆☆☆☆☆

باب نمبر: 5

"ہم آواز، ہم آزاد"

www.novelsclubb.com

یہ فطرت کا قانون ہے کہ جب کسی قوم پر ظلم حد سے زیادہ بڑھ جاتا ہے تو وہ مٹ جاتا ہے۔تاریخ بہت سی ایسی قوموں سے بھری ہوئی ہے جو ماضی میں بہت سے مظالم اور ناانصافی کا شکار رہ چکی ہیں۔وقت کی چکی میں پسی ہوئی یہ قومیں زندگی کے بدترین دن دیکھ چکی ہیں جن کی گواہی آج بھی تاریخی کتابوں میں نصب ہے۔جن کے عینی شاہد آج بھی مختلف مقامات کی فضاوں میں نمی کا تاثر لیے اڑتے ہیں۔مگر بالآخر ایک مقررہ وقت کے پورے ہونے پر ان میں سے بیشتر قومیں بہت سال پہلے ہی آزادی کا پروانہ چڑھ چکی ہیں جن میں سے ایک قوم ان مسلمانوں کی بھی ہے جنہوں نے اپنی جانوں کو داو پر لگا کر ایک الگ دیار حاصل کیا جس کو "اسلامی جمہوریہ پاکستان" کہا جاتا ہے۔اس دیس کے باسی وہ لوگ ہیں جو خون کی ہولی سے لے کر اپنوں کی قربانی تک ہر چیز سے ماضی میں آشنا رہ چکے ہیں مگر صرف ماضی میں۔۔۔حال اور مستقبل کبھی بھی ماضی جیسا نہیں رہتا۔یہ بدلتا ہے،بہت زیادہ بدلتا ہے اور کبھی کبھی بہت برا بھی بدلتا ہے۔جیسے آج اس وطن کے لوگوں کی

www.novelsclubb.com

ہمت اور جذبہ بدلا ہے۔ جہاں نہ کوئی جوش ہے، نہ کوئی رحم۔ یہاں کے دل جو ماضی میں انصاف اور ایمان کے جیتے جاگتے وجود ہوتے تھے، آج سفاکی اور بے حسی کی مثال بن چکے ہیں۔ وہ دماغ جو ماضی میں حکمتِ عملی اور ذہانت کے مراکز ہوتے تھے، آج مطلب پرستی کے علاوہ اور کوئی سوجھ اپنے اندر رکھتے ہی نہیں۔ نہ کوئی اُمنگ پہلی سی رہی ہے، نہ کوئی صلاحیت۔ نہ کوئی آواز پہلی سی رہی ہے، نہ کوئی آزادی۔ یہ سب وقت کے ساتھ ساتھ ہوا میں تحلیل ہو چکا ہے صرف اور صرف اس ملک کے لوگوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے۔ صرف اور صرف اپنے عزم سے ہٹ کر مفاد کو اہمیت دینے کی وجہ سے۔ صرف اور صرف اپنے مقاصد کو بھولا کر راہ میں آنے والی خلفشاروں میں الجھنے کی وجہ سے۔ یہ دیار، یہ سرزمین، یہ ریاست آج دیانتداری سے محروم نام نہاد مسلمانوں کے حوالے ہے۔ یہ سرد اور خود غرض لوگوں کی جاگیر بن چکی ہے۔ یہ غلط ہاتھوں میں لگ کر اپنا نور کھو چکی ہے۔ یہ وطن، یہ دیس، یہ چمن آج اپنے آزاد ہونے کا مقصد بھولائے بیٹھا ہے۔ جو ملک اسلامی

www.novelsclubb.com

طرز کی زندگی گزارنے کے لیے آزاد ہوا تھا، آج اسلامی طرز سے دور دور تک واقف نہیں۔ جس زمین کے مسلمان قرآن کی ناموس کی خاطر لڑتے تھے، آج قرآن کو صرف گھر کی شیلف پر سجا کر سمجھتے ہیں کہ ان کا حق ادا ہو گیا۔ یہ قوم اپنے زوال کے راستے پر گامزن ہے۔ یہ وہ قوم ہے جو آزاد کروائی گئی تھی دوسری قوموں کو آزاد کروانے کے لیے مگر آج اپنے دین کے ہی دشمنوں سے ہاتھ ملائے بیٹھی ہے۔ وہ قوم جو چھہتر سال پہلے 'ہم آواز' ہو کر اپنے لیے بولی تھی، آج دوسری قوموں کے معاملے میں خود کو یہ کہہ کر خاموش کروا دیتی ہے کہ "یہ ہمارا مسئلہ نہیں ہے۔" ہاں یہ قوم ایسے ہی رویے کی حامل ہے۔ میں اور آپ اس کی جیتی جاگتی مثال ہیں۔ ہم اسی قوم کا حصہ ہیں جو فلسطینیوں کے لیے رمضان کے آخری عشرے میں ہاتھ اٹھا کر رب سے دعا کرتی ہے، جو ہر سال پانچ اگست کو "بلیک ڈے" کا سٹیٹس لگا کر کشمیریوں سے اظہار یکجہتی کرتی ہے، جو ملکِ شام کو ترس کی نگاہ سے دیکھتی ہے صرف اسی لیے کہ وہ لوگ اپنے وطن میں مقید کئی شہادتیں

www.novelsclubb.com

دے چکے ہیں، جو ایغور مسلمانوں سے بے خبر رہتی ہے مگر جیسے ہی ان کی داستان اس کے علم میں آتی ہے، یہ اپنے اشکوں کو ان کے غم میں بہنے دیتی ہے۔ہاں یہ قوم ایسا ہی کرتی ہے۔یہ مظلوم مسلمانوں کے لیے اپنا رول پلے کرنا نہیں بھولتی مگر اس کو کوئی بتائے یہ رول بہت چھوٹا سا ہے۔یہ وہ رول نہیں ہے جس کی یہ قوم استطاعت رکھتی ہے کیونکہ یہ قوم اس سے زیادہ طاقت کی حامل ہے۔یہ قوم الفاظوں کے کھیل سے ہٹ کر عمل رکھنے کی طاقت سے مالامال ہے۔یہ قوم ہر وہ چیز کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے جو صلاح الدین ایوبی بیت المقدس کو فتح کرنے کے وقت رکھتا تھا، جو خالد بن ولید رضہ جنگوں کو جیتنے کے وقت رکھتا تھا۔وہ طاقت، وہ بہادری آج بھی اس قوم میں موجود ہے مگر وہ ہو کر بھی آنکھوں سے بوجھل ہے ، صرف اور صرف ایمان کی کمزوری کی وجہ سے۔اور جن قوموں کے لوگوں کا ایمان کمزور ہو، وہ اپنے ہی نفسوں کی غلام بن جاتی ہیں۔ایسی قومیں کبھی خود مختار نہیں بن پاتیں اور نہ ہی دوسری قوموں کو آزاد کروا پاتی ہیں کیونکہ آزادی کی پہلی

www.novelsclubb.com

شرط آواز اٹھانا ہوتی ہے جو اس قوم کے لوگوں کو بس دبانا آتی ہے۔ یہ قوم اپنی آزادی کو ایک نعمت تک ہی محدود رکھتی ہے یہ بھولاتے ہوئے کہ آزادی صرف نعمت نہیں ہوتی، یہ آزمائش بھی ہوتی ہے۔ اس قوم کو آزاد کروایا گیا تھا تاکہ یہ دوسری قوموں کو ظالموں کے دیار سے نکال لائے مگر یہ اپنی مستی میں مدہوش ہو کر اپنی آزمائش فیل کر چکی ہے۔ نہ یہ اب خود آزاد رہی ہے اور نہ کسی اور کے لیے آزادی کی راہ بن سکی ہے کیونکہ جب تک اس قوم کے لوگ دنیا کے باقی مسلمانوں کے ساتھ مل کر، 'ہم آواز نہیں ہونگے، تب تک ہم آزاد بھی نہیں ہونگے۔'

www.novelsclubb.com

"اور تم کو کیا ہوا ہے کہ خدا کی راہ میں اور اُن بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو دعائیں کیا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو اس شہر سے

جس کے رہنے والے ظالم ہیں نکال کر کہیں اور لے جا۔اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا۔اور اپنی ہی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار مقرر فرما۔"

(سورہ النساء:75)

www.novelsclubb.com

ختم شد

www.novelsclubb.com